مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناح

جہدِ مسلسل کا استعارہ

ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد

Publications Lahore

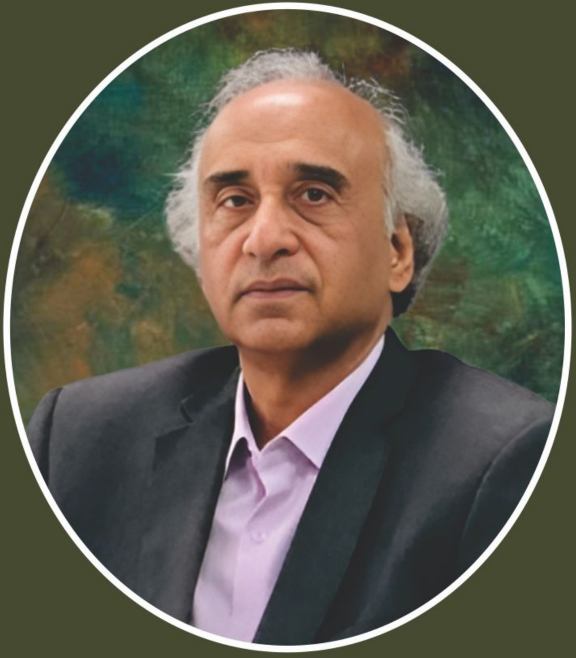

ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد کی یہ کتاب ماضی کی ایک امانت کو حال کے شعور تک منتقل کرنے کی کامیاب ادبی کاوش ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے طالب علم، ادب کے قاری اور قوم کے درد سے لبریز ہر فرد کے لیے یکساں اہمیت رکھتی ہے۔

اگر ہم کتاب میں مذکورہ خطبات کو محض پڑھنے کے بجائے سمجھ لیں اور ان کی روح کو اپنی اجتماعی زندگی میں اتار لیں تو یہی اس کتاب کے لیے اصل خراجِ تحسین ہوگا اور یہی محترمہ فاطمہ جناح اور ان کے مشن کے ساتھ سچی وفاداری۔۔۔

ڈاکٹر مجاہد احمد

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد کی ایک زبردست کاوش ہے۔اس کا مطالعہ دیگر قارئین کے علاوہ طلبہ بالخصوص طالبات کو ضرور کرنا چاہیے۔اس کا مطالعہ، انھیں اپنی عملی زندگی میں بھرپور کردار ادا کرنے کا حقیقی جذبہ اور حوصلہ دے گا۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی شبانہ روز محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ آپ نے اس کی تحریر، تحقیق اور ترتیب میں ایک جانکاہ مشقت و ریاضت کا مرحلہ طے کیا ہے۔

ڈاکٹر راشد ارشد

مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناح

(جہدِ مسلسل کا استعارہ)

ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد

کارواں
Publications Lahore

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : مادرِملّت محترمہ فاطمہ جناح
(جہدِ مسلسل کا استعارہ)

مصنف : ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد

سرورق : حمدان خالد

اشاعت اوّل : جولائی 2025ء

مطبع : الاشراق پرنٹنگ ایجنسی، لاہور

قیمت : 1200 روپے

کتاب ملنے کا پتہ:

03009488525

dr.rizwanmuiahid92@gmail.com

کارواں پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترتیب

۞ انتساب		۵
۞ حرفِ آغاز	مصنف	۶
۞ مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناح کے خطبات فکری روایت کی تدوین	(ڈاکٹر) مجاہد احمد	۹
۞ ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد کی تحقیقی کاوش	ڈاکٹر محمد راشد ارشد	۱۰
۞ پیدائش —— تعلیم و تربیت		۱۱
۞ تحریک پاکستان میں قائد کی رفیق		۲۵
۞ تعمیر پاکستان میں کردار		۵۹
۞ آمریت مخالف تاریخی جدو جہد		۱۲۰
۞ حواشی		۱۴۳

انتساب

اپنی رفیق حیات

سمیرا رضوان

کے نام!

جس کے وجود ہی سے مرے گھر کا چین ہے

حرفِ آغاز

مادرِ ملت، محترمہ فاطمہ جناح یقیناً تاریخ کی اُن گنی چنی خواتین میں سے ایک ہیں۔ جو اپنے عزم، ثابت قدمی، مقصد سے بے لوث تعلق اور جرأت مندانہ عملی جدوجہد کی وجہ سے پہچانی جاتی ہیں۔ قیامِ پاکستان کے لیے جاری تحریکِ پاکستان ہو، قائداعظمؒ کی نگہ داری و فرماں برداری ہو یا پھر تکمیلِ پاکستان کی جنگ ہو۔ ہر محاذ پر محترمہ فاطمہ جناح، پُرعزم، نگہ بلند، جاں پُرسوز اور سخن دل نواز نظر آتی ہیں۔

محترمہ فاطمہ جناح تحریکِ پاکستان میں قائداعظمؒ کی معتمد خاص کے طور پر شریک جدوجہد رہیں۔ خاص طور پر تحریکِ پاکستان میں خواتین کی عملی جدوجہد آپ ہی کی مرہون منت ہے۔ آپ نے مسلم خواتین اور طالبات کو منظم کیا اور انھیں تحریکِ پاکستان میں مردوں کے شانہ بہ شانہ فعال کردار ادا کرنے کے لیے تیار کیا۔

اس کے علاوہ آپ کی ایک بڑی خدمت جسے کسی طور بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، وہ قائداعظمؒ کی نگہ داری ہے۔ آپ نے ہر ممکن طریقے سے قائداعظمؒ کی صحت اور آرام کا خیال رکھا۔ یوں چھوٹی بہن ہونے کے باوجود ایک شفیق ماں کا کردار بخوبی ادا کیا۔

قیامِ پاکستان کے فوری بعد قائداعظمؒ کی رحلت کا صدمہ قوم کو جھیلنا پڑا۔ آپ کی جدائی ملک و قوم کے لیے عظیم سانحہ تھی۔ اس کے علاوہ یہ محترمہ فاطمہ جناح کے لیے بھی بہت بڑے ذاتی کرب کا باعث تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ اپنے دکھ اور صدمہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے۔ قوم کی راہنمائی کا فریضہ تادمِ مرگ ادا کرتی رہیں۔

آپ نے اپنے مختلف پیغامات اور تقاریر میں جہاں اہلِ حکم کو قیامِ پاکستان کے مقاصد سے ہر لمحہ آگاہ کیا۔ وہاں انھیں یہ بھی بتایا کہ قیامِ پاکستان کے مقاصد کی تکمیل‘ عوام کی فلاح و بہبود

اور ترقی و خوش حالی کے اقدامات کیے بغیر ناممکن ہے۔ آپ نے اپنے خطابات میں پارلیمانی جمہوریت، عدلیہ کی آزادی، پریس پر سے پابندیوں کا خاتمہ اور آئین کی تیاری پر بھی زور دیا۔ اس کے علاوہ کشمیر اور فلسطین کی آزادی کے حوالے سے بھی اپنے واضح موقف کا اظہار کیا۔

زیرِ نظر کتاب محترمہ فاطمہ جناح کی اسی جدوجہد کو پیش کرنے کی کوشش ہے۔ کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں محترمہ فاطمہ جناح کی پیدائش اور تعلیم و تربیت کا ذکر ہے۔ قائداعظم کی سرپرستی میں آپ نے نہ صرف اپنی تعلیم مکمل کی بلکہ تربیت کے مراحل بھی نہایت احسن انداز میں طے کیے۔ دوسرے باب میں تحریک پاکستان میں قائداعظم کی معتمد رفیق کے طور پر آپ کی خدمات کا ذکر ہوا ہے۔ یہ خارزارِ سیاست کے پُرپیچ نشیب و فراز ہوں یا تحریکِ پاکستان کے جاں گسل مرحلے، ہر دو حالات میں آپ نے انتہائی ثابت قدمی اور تدبر و فراست سے قائداعظم کا ساتھ دیا ہے۔

کتاب کے تیسرے باب میں، قیامِ پاکستان کے بعد اور خاص طور پر قائداعظم کی رحلت کے بعد، تعمیر و تکمیل پاکستان کے حوالے سے کی جانے والی آپ کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ نے جس جانفشانی اور بے غرضی سے اس سلسلے میں خدمات سرانجام دیں، تاریخ میں ایسی مثال کہیں نہیں ملتی ہے۔ گویا قیامِ پاکستان کے بعد آپ کی زندگی کا واحد مقصد، تعمیر پاکستان ہی تھا۔

چوتھے باب میں آمریت کے خلاف محترمہ فاطمہ جناح کی تاریخی جدوجہد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے آپ نے جس جواں ہمتی اور دلیری سے ایوب خاں کی آمریت کو للکارا ہے، یہ آپ ہی کی شخصیت کا خاصہ ہے۔

اس سلسلے میں توجہ طلب بات یہ ہے کہ آپ کی یہ جدوجہد آپ کی اپنی تقاریر اور پیغامات کے آئینہ میں سنین کی ترتیب کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے۔

اس موقع پر میں نامور محقق ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا مرحوم و مغفور کا ذکر خیر ضرور کروں گا

کہ اس کتاب کے لکھنے کی تحریک انھی کی ودیعت ہے۔ جو آج سے کچھ برس پہلے اُن کی راہنمائی میں شروع کی لیکن اُن کی وفات اور پھر غمِ روزگار کے جھمیلوں کی وجہ سے، لکھنے کا کام تعطل کا شکار رہا۔ اب جب کہ کرونا کی وبا کے سبب ایک زمانہ، لاک ڈاؤن، کا شکار ہے، تو گویا وقت تھم سا گیا ہے۔ اس ٹھہرے ہوئے وقت کا فائدہ اٹھا کر فراموش شدہ پلندوں کا جائزہ لیا تو اس کتاب کا نامکمل مسودہ سامنے آیا۔ موقع کو غنیمت جانا اور اس پر خامہ فرسائی شروع کر دی۔ یوں جیسے تیسے کتاب کو مکمل کیا اور جس رنگ و شکل میں سامنے آئی وہ پیشِ خدمت ہے۔ کتاب میں محترمہ فاطمہ جناح کی تقاریر اور پیغامات کو باقاعدہ حوالوں کے ساتھ لکھا گیا ہے اور کتاب کے آخر میں ان حوالوں کو سلسلہ وار تحریر کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر قاسم محمود احمد اپنے بے بہا تعاون پر خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب کی کمپوزنگ کے حوالے سے میں جہاں جناب محمد اکرم کا ممنون ہوں وہاں ذہنی آسودگی اور مختلف مواقع پر بروقت کاغذ، پنسل اور بال پوائنٹ وغیرہ کی فراہمی پر اپنی شریک حیات اور بچوں آمنہ، حسین اور فضہ کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

رضوان احمد مجاہد

۵ جولائی ۲۰۲۰ء

مادرملّت محترمہ فاطمہ جناح کے خطبات
فکری روایت کی تدوین

محترمہ فاطمہ جناح برصغیر کی تاریخ کا وہ روشن باب ہیں جس میں فکر کی پختگی، کردار کی شستگی اور مقصد سے وفاداری ایک ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔آپ کی شخصیت محض تاریخ کا ایک ورق نہیں بلکہ قوم کے اجتماعی ضمیر کی آواز ہے۔ وہ صرف قائداعظم محمد علی جناح کی ہمشیر نہیں تھیں بلکہ تحریکِ پاکستان کی فکری و اخلاقی قوت کا استعارہ، صاحبہ بصیرت اور ملّت کی ماں کے طور پر پہچانی جاتی ہیں۔

ان کی شخصیت میں استقامت، باوقار جدو جہد اور اصول پسندی ایسی صفات تھیں جنھوں نے تحریک پاکستان کی قیادت کو سہارا بھی دیا اور قوم کو سمت بھی عطا کی۔

محترمہ فاطمہ جناح نے قائداعظم کے ساتھ زندگی کے نہایت نازک اور فیصلہ کن ادوار گزارے۔ بیماری ہو یا سیاسی دباؤ، تنہائی ہو یا عالمی سطح کے چیلنجز —— وہ ہر موقع پر قائد کے شانہ بشانہ رہیں۔ ان کے خطبات محض تقاریر نہیں بلکہ ایک باخبر ذہن، ایک دردمند دل اور ایک ذمہ دار شہری کی آواز ہیں۔ ان کے خطبات میں ہمیں قوم سے مکالمہ، جمہوری شعور، خواتین کے حقوق، آئینی بالادستی اور قومی کردار کی تعمیر جیسے موضوعات نہایت شرح و بسط کے ساتھ ملتے ہیں۔

یہی وہ فکری سرمایہ ہے جسے ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد نے نہایت سلیقہ، دیانت اور ادبی شعور کے ساتھ کتابی صورت میں محفوظ کر دیا ہے۔ یہ کتاب محض خطبات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فکری روایت کی تدوین ہے۔

ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد صاحب کی شخصیت خود ایک ادبی حوالہ ہے۔ وہ منجھے ہوئے اردو

ادیب، خوش اخلاق، خوش گفتار، ملنسار اور لطیف مزاج انسان ہیں۔ ان کی تحریر میں شائستگی بھی ہے اور شفافیت بھی۔

میرے خیال میں اس کتاب کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ ہر فاطمی خطبہ یا گفتگو سے قبل انھوں نے اپنی سلیس، رواں اور بامعنی تمہید شامل کی ہے، جو قاری کو نہ صرف متن کے فکری پس منظر سے آگاہ کرتی ہے بلکہ اسے ذہنی طور پر اس عہد اور فضا سے مربوط کر دیتی ہے جس میں وہ الفاظ ادا کیے گئے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے محض نقل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حوالہ، سیاق و سباق اور تاریخی ذمہ داری کو پوری دیانت کے ساتھ نبھایا ہے۔ ان کی تمہیدات قاری کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں اور یہ احساس دلاتی ہیں کہ یہ کام ایک محقق اور ایک ذمہ دار ادیب نے انجام دیا ہے۔

کتاب کی اہمیت اس اعتبار سے بھی دوچند ہو جاتی ہے کہ یہ ہمیں محترمہ فاطمہ جناح کو محض ایک تاریخی شخصیت کے طور پر نہیں بلکہ ایک زندہ فکری ماڈل کے طور پر متعارف کراتی ہے۔ آج کے دور میں جب قوم کو کردار، شعور اور مقصدیت کی شدید ضرورت ہے، محترمہ فاطمہ جناح کے یہ خطبات آئینہ بھی ہیں اور چراغِ راہ بھی۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد کی یہ کتاب ماضی کی ایک امانت کو حال کے شعور تک منتقل کرنے کی کامیاب ادبی کاوش ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے طالب علم، ادب کے قاری اور قوم کے درد سے لبریز ہر فرد کے لیے یکساں اہمیت رکھتی ہے۔

اگر ہم کتاب میں مذکور خطبات کو محض پڑھنے کے بجائے سمجھ لیں اور ان کی روح کو اپنی اجتماعی زندگی میں اتار لیں تو یہی اس کتاب کے لیے اصل خراجِ تحسین ہوگا اور یہی محترمہ فاطمہ جناح اور ان کے مشن کے ساتھ سچی وفاداری۔

طالب دعا

(ڈاکٹر) مجاہد احمد

۲۹ جنوری ۲۰۲۵ء

ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد کی تحقیقی کاوش

مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناحؒ عالی حوصلہ، نڈر اور بے باک خاتون تھیں۔ آپ کی شخصیت پر قائداعظم محمد علی جناحؒ کی شخصیت کے گہرے اثرات مرتسم تھے۔ حصولِ پاکستان کی تحریک میں آپ قائداعظمؒ کے شانہ بشانہ کھڑی رہیں۔ تحریک کے لیے ہندوستان کے طول وعرض میں انعقاد پذیر ہونے والی مجالس ومحافل اور تقاریب میں قائداعظم کے ہمراہ اور ہم نشیں رہیں۔ جہاں جہاں قائداعظمؒ گئے، جن جن سیاسی وسماجی شخصیات سے انھوں نے ملاقاتیں کیں، آپ ان کے ہمراہ رہیں۔ اس طرح ان کی بصیرت، فکر اور نقطۂ نظر میں پختگی، بالیدگی اور وسعت پیدا ہوئی۔ یوں وہ قائداعظمؒ سے مستفید و مستفیض ہو کر ایک منجھی ہوئی شخصیت کی مالک بن گئیں۔

قائداعظم کے ایما پر آپ نے ہندوستان کی مسلم خواتین کو تحریکِ آزادی کی جدوجہد میں شامل کرنے کے لیے، اپنا کردار ادا کرنے کا عزم کیا۔ قائداعظمؒ سے براہِ راست رہنمائی کی بدولت آپ نے یہ کٹھن فریضہ بہ احسن طریق سرانجام دیا۔ تحریکِ آزادی میں خواتین کا بھرپور کردار ادا کرنے اور ان کا اپنے مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کے پس پردہ محترمہ فاطمہ جناحؒ کی اَن تھک محنت اور سعی شامل ہے۔

جب قائداعظمؒ اپنی رفیق حیات کے انتقال پُرملال کے بعد جادۂ حیات میں تنہا رہ گئے تو اس وقت محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اپنی مصروف زندگی کے معاملات بالائے طاق رکھ کر اپنے بھائی کی بامقصد اور متحرک زندگی میں ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے قائداعظمؒ کو تحریکِ آزادی کے جاں گسل مراحل میں کبھی یاسیت اور نااُمیدی سے دوچار نہ ہونے دیا۔ بہ تقاضائے بشریت قائداعظمؒ کبھی یاسیت سے دوچار ہونے لگتے تو آپ کی پُرشفقت تسلی اور تشفی سے قائداعظمؒ اُمید اور ہمت سے ہم کنار ہو جاتے۔ جیسے ہر کامیاب مرد کے پیچھے

ایک باسلیقہ عورت کا ہاتھ ہوتا ہے، اسی طرح قائداعظمؒ کی ظفریابی کے پیچھے بلاشبہ محترمہ فاطمہ جناحؒ کا ہاتھ ہے۔

حصولِ پاکستان کے ایک سال بعد جب قائداعظمؒ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو نوزائیدہ مملکت کئی ایک مشکلات سے دوچار ہوگئی۔ سب سے بڑھ کر ملک کو قابل اور مخلص حکمرانوں کا میسر نہ آنا تھا۔ چنانچہ محترمہ نے ملکی مسائل کے حل اور حکمرانوں کی رہنمائی کے سلسلے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ قائداعظمؒ کے بعد اگر کوئی ملک وقوم کے لیے سچّی، کھری اور مخلص شخصیت تھی تو وہ محترمہ فاطمہؒ جناح ہی کی تھی۔ یہ امر حقیقی ہے کہ وہ ملک وقوم کی سچّی اور سُچّی خیرخواہ اور ہمدرد تھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مفاد پرست سیاست دانوں نے مادرِملّت کی رہنمائی اور رہبری کو ہمیشہ نظرانداز کیا۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے قائداعظمؒ کی ہمراہی میں جس ملک کے حصول کو ممکن بنایا تھا اسے بامِ عروج کی بجائے مسلسل تنزل کا شکار ہوتے دیکھ کر، محترمہ کا دل کس قدر جلتا اور کڑھتا ہوگا......اس کا اندازہ ایک سچّے محبِ وطن کو بخوبی ہوسکتا ہے۔

خاتونِ پاکستان، مادرِملّت محترمہ فاطمہ جناحؒ کی بامقصد زندگی کا مطالعہ، طلبہ بالخصوص طالبات کے لیے بڑا مفید اور مؤثر ہے۔ وہ خواتین جو قومی وملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنا چاہتی ہیں، لیکن معاشرتی وسماجی مشکلات ومسائل کو دیکھ کر گھبرا جاتی ہیں اور حالات وواقعات پر شکوہ کناں رہتی ہیں، ان کے لیے مادرِملّت کی بامقصد زندگی میں بہت سی مثالیں اور نظیریں موجود ہیں۔ آج سے صدی یا ڈیڑھ صدی پیش تر کے حالات، جس میں محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اپنے عملی کردار ادا کیا۔ کئی گنا زیادہ رکاوٹوں اور اُلجھنوں سے پُر تھا۔

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر رضوان احمد مجاہد کی ایک زبردست کاوش ہے۔ اس کا مطالعہ دیگر قارئین کے علاوہ طلبہ بالخصوص طالبات کو ضرور کرنا چاہیے۔ اس کا مطالعہ، انھیں اپنی عملی زندگی میں بھرپور کردار ادا کرنے کا حقیقی جذبہ اور حوصلہ دے گا۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی شبانہ روز محنت کا

منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ آپ نے اس کی تحریر، تحقیق اور ترتیب میں ایک جانکاہ مشقت وریاضت کا مرحلہ طے کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے دیرینہ رفاقت اور وابستگی کے بہ سبب بخوبی آگاہ ہوں کہ آپ ایک سچّے مسلمان اور کھرے محب وطن ہیں۔ وہ ہستیاں اور شخصیات جو آپ کے لیے مثالی اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں سرفہرست قائداعظم محمد علی جناحؒ بھی ہیں۔ آپ قائداعظمؒ کی نفاست پسندی، ذہانت، قابلیت، سلیقہ مندی، جرأت، بے باکی اور کھرے پن سے اَز حد متاثر ہیں۔ آپ اکثر وبیش تر قائداعظمؒ کے مذکورہ خصائص کا ذکر پُرنم آنکھوں سے کرتے رہتے ہیں۔ مجھے اکثر گمان ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی خوش لباسی، خوش گفتاری، نفاست پسندی، سلیقہ مندی اور سگھڑاپا قائداعظمؒ کی شخصیت سے متاثر ہوکر ہی اختیار کیا ہے۔

وہ شخص جو قائداعظم محمد علی جناحؒ سے متاثر ہو تو یقینی بات ہے کہ وہ قائداعظمؒ کی ہمشیر محترمہ فاطمہ جناحؒ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا کیوں کہ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے براہِ راست قائداعظمؒ کی شخصیت سے استفادہ اور استفاضہ کیا ہے اور اس طرح محترمہ فاطمہ جناحؒ ، قائداعظمؒ کی شخصیت کا حقیقی پرتو ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب محترمہ فاطمہ جناحؒ سے بھی متاثر ہیں اور سچّی عقیدت بھی رکھتے ہیں۔ اغلب ہے کہ بہ سبب انھی وجوہ کہ ڈاکٹر صاحب اس کتاب کی تصنیف وتالیف کے لیے کمربستہ ہوئے۔

اُمید ہے کہ ڈاکٹر صاحب جیسی علمی، ادبی اور سماجی شخصیت مزید ایسی تصانیف کے ذریعے ذخیرۂ علم وادب میں اضافہ کرے گی اور علم وادب کے قارئین کی علمی پیاس کو سیراب کرے گی، ان شاءاللہ!

احقر

(ڈاکٹر) محمد راشد ارشد

پیدائش ـــــ تعلیم و تربیت

کسے خبر تھی کہ ہندوستان کے غیر اہم علاقہ کاٹھیاوار کی ریاست گونڈل اپنے ایک عظیم فرزند کی بدولت تاریخ میں جاوداں ہو جائے گی۔ ریاست گونڈل کا سب سے بڑا شہر بھی گونڈل ہی تھا جو ریاست کا صدر مقام تھا، ریاست کی آبادی دور ونزدیک دیہاتوں میں پھیلی ہوئی تھی انھی دیہاتوں میں ایک خوبصورت گاؤں پانیلی بھی تھا، اس کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھی، افراد کا ذریعہ معاش عموماً کھیتی باڑی تھا۔

پانیلی کے کھاتے پیتے گھرانوں میں ایک گھرانہ پونجا نامی شخص کا تھا جس کا ذریعہ معاش کھڈیوں پر کپڑے کی بنت تھا، جس کی فروخت سے انھیں ایک معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ پونجا بھائی کے تین بیٹے والجی بھائی، نتھو بھائی، جناح بھائی اور ایک بیٹی مان بی تھی۔ بقول شیریں جناح سب سے بڑی بیٹی مان بی جمال اور جناح بھائی سب سے چھوٹے بیٹے تھے جو ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ دنیا میں آئے تھے۔

جناح بھائی ایک خوددار، دلیر اور سوجھ بوجھ رکھنے والے انسان تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد کے کاروبار کو وسعت دینے کے مختلف زاویوں پر سوچنا شروع کر دیا۔ والد پونجا نے بھی ہونہار بیٹے کی حوصلہ افزائی کی، کچھ رقم اُن کے حوالے کر کے مشورہ دیا کہ ایسے کاروبار میں لگائیں جس میں بہتر منافع ہو۔ جناح بھائی نے اپنی قدرتی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پانیلی سے نکل کر بڑے شہر گونڈل میں قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ چند مہینے بعد جب جناح بھائی واپس پانیلی آئے تو والد یہ سن کر کہ اُن کے بیٹے نے شہر میں خاصا منافع کمایا ہے، نہ صرف خوش ہوئے بلکہ انھیں اطمینان بھی ہوا کہ ان کا اعتماد رائیگاں نہیں گیا۔ پونجا بھائی اپنی بڑی بیٹی اور دونوں بڑے بیٹوں کی شادی سے سبکدوش

ہو چکے تھے اب اُن کی خواہش تھی کہ ان کا سب سے چھوٹا بیٹا جناح بھائی بھی اپنی گرہستی آباد کر لے۔ اس خواہش کے پیشِ نظر اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی شیریں موسیٰ جسے پیار سے سب مٹھی بائی کہتے تھے، پسند کی، شیریں موسیٰ کے والدین نے بھی بخوشی اس رشتہ کو پسند کیا اور یوں تقریباً ۱۸۷۴ء میں جناح بھائی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

اب جناح بھائی کے اطوار میں نمایاں تبدیلیاں دیکھنے میں آ رہی تھیں۔ اُنھوں نے اپنے کاروبار میں پہلے سے بڑھ کر دلچسپی لینا شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اک نئی بہار نے انھیں اپنے جلو میں لے لیا تھا۔ گونڈل جیسا مضافاتی شہر اب ان کی وسعتِ شوق کے سامنے محدود تر تھا، لہٰذا اُنھوں نے بمبئی یا کراچی میں آباد ہونے کا فیصلہ کیا۔ کراچی بڑا شہر ہونے کے ساتھ اہم بندرگاہ بھی تھا۔ جناح بھائی نے اپنے کاروبار کی وسعت کے لیے اس شہر سے استفادہ کرنا پسند کیا۔

اس زمانے میں کراچی کی قابلِ ذکر بستیاں، کھڈہ، کھارادر، میٹھادر، اور صدر تھیں۔ جناح بھائی نے اپنی رہائش کے لیے کھارادر میں نیونہام روڈ پر ایک عمارت کا دو کمروں پر مشتمل حصہ کرایہ پر لیا۔ جناح گھرانے میں گجراتی زبان بولی جاتی تھی کراچی آنے کے بعد اس خاندان کے لوگ سندھی اور کچھی زبانوں پر بھی عبور حاصل کر چکے تھے۔

انھی دنوں جناح بھائی اور شیریں بائی کے ہاں پہلے بیٹے کی ولادت ہوئی۔ یہ اتوار ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کا مبارک دن تھا۔ بیٹے کا نام محمد علی رکھا گیا۔ اس ہونہار اور سعادت مند بیٹے کی پیدائش کے بعد جیسے خوشحالی اور خوشیوں نے جناح بھائی کا در دیکھ لیا تھا، کاروبار مزید چمک اُٹھا، قدرت نے اولاد کے حوالے سے بھی فیض یاب کیا۔ محمد علی کے بعد بیٹی رحمت پیدا ہوئی، دو سال بعد مریم نے جنم لیا۔ ۴ سال بعد بیٹا احمد علی پیدا ہوا اور پھر شیریں اس جہانِ آب و گل میں آئی۔

جناح بھائی دنیوی ترقیوں کے ساتھ ساتھ اولاد سے ملنے والی فرحت سے فیض یاب

ہورہے تھے کہ قدرت کی طرف سے ایک اور مہربانی ہوئی۔ نیونہام روڈ پر واقع اس عمارت میں ۳۱ جولائی ۱۸۹۳ء کوشیریں بائی کے ہاں پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور ایک خوش بخت وخوش خصال بیٹی نے جنم لیا، جس کا نام والدین نے انتہائی محبت اور عقیدت سے فاطمہ رکھا۔

فاطمہ جب پیدا ہوئی تو اس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے سب سے بڑے بھائی محمد علی شادی کے بعد اعلیٰ تعلیم کی غرض سے یورپ روانہ ہو چکے تھے۔ یہ بات ۱۸۹۲ء کے ابتدائی ایام کی ہے۔ فاطمہ کے بعد ان کے والدین کے ہاں ایک اور بیٹا بندے علی پیدا ہوا۔ اس بار خوشی کے ساتھ غم والم نے بھی جناح بھائی کے گھر کا رخ کیا۔ اُن کی عزیز اور دم ساز بیوی ، بیٹے کی پیدائش کے ساتھ ہی اللہ کو پیاری ہوگئی۔ فاطمہ کی عمر اس وقت دو برس تھی۔ شفقت مادری سے محروم ننھی بچی کے متعلق کون جانتا تھا کہ اک روز یہی ماتا کی پیاسی بچی، غلامی کی تاریک شب سے نجات پا کر جلد ہی اپنے شفیق اور مہربان ''باپ'' سے محروم ہونے والی ملّت کی ''ماں'' کہلائے گی۔

فاطمہ ماں کے سائے سے محروم ہو کر بڑی بہن مریم کی آغوش الفت میں پروان چڑھنے لگی۔ جب فاطمہ کی عمر باتیں کرنے کے لائق ہوئی تو اس کی پسندیدہ باتیں وطن سے دور پردیس میں گئے ہوئے بھائی کے متعلق تھیں۔ اس کی تمام تر توجہ اور تجسس کا محور یہی بھائی تھا جس کے بارے میں اس نے سن رکھا تھا کہ وہ بہت خوبصورت، حسین وجمیل اور چاند کا ٹکڑا ہے۔ فاطمہ اپنے تصور میں بھائی کی نہایت دلکش شبیہ سجائے اُس دن کا انتظار کر رہی تھی جب بھائی پردیس سے آ کر اچانک اپنی ننھی بہن کو گود میں اٹھا لیں گے۔ اُس سے میٹھی میٹھی باتیں کریں گے۔ اس نے سن رکھا تھا کہ بھائی جب باتیں کرتے ہیں تو کانوں میں رس گھلنے لگتا ہے، ان کی باتیں اس قدر دل نشین ہوتی ہیں کہ سنتے سنتے نیند آ جاتی ہے۔ فاطمہ یہی باتیں کرتی، تصور میں بھائی کو دیکھتی ہوئی خوابوں کی وادی میں اُتر جاتی۔ مریم بہن معصوم بچی کو اپنے سینے

سے اٹھا کر بستر پر لٹاتی اور سوچتی وہ دن کتنا اچھا ہوگا جب فاطمہ اپنے بھائی سے ملے گی۔

فاطمہ کو بتایا جاتا، بھائی ہمیشہ سچ بولتے ہیں، بہت صفائی پسند ہیں۔ انہیں مطالعہ کا از حد شوق ہے۔ یہی باتیں سنتے سنتے خیالوں میں بھائی کی سجل تصویر سجائے، تین برس گزر گئے۔ ایک دن اچانک فاطمہ کو پتہ چلا کہ آج اس کے بڑے بھائی انگلستان سے اپنی تعلیم مکمل کر کے وطن واپس آ رہے ہیں۔ گھر میں خوشی کا سماں تھا، عزیز رشتہ دار، بہن بھائی سبھی خوش تھے لیکن فاطمہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا، اُس کے تو پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ انتظار کی گھڑیاں تھیں کہ گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ فاطمہ اپنی نرالی دنیا اپنے من میں بسائے بھائی کا بہت بے قراری سے انتظار کر رہی تھی۔ وہ وقت آ گیا جب فاطمہ پہلی دفعہ اپنے بھائی سے ملی۔ فاطمہ کے ننھے سے دل نے گواہی دی کہ بھائی تو اس کے تصور سے بھی بڑھ کر پیارے نکلے۔

بھائی محمد علی نے فاطمہ کو دیکھا تو بے اختیار بڑھ کر گود میں اٹھا لیا۔ اس سے باتیں کی ،اس وقت فاطمہ کی عمر صرف چار سال تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ اعلیٰ تعلیم کیا ہوتی ہے اور یہ تعلیم بھائی اور اس کے خاندان کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے لیکن اس کا معصوم دل بھائی کی دلکش شخصیت کا اسیر ہو گیا تھا۔ سرخ و سفید رنگت، دبلا پتلا دراز قد، اس پر نفیس اور قیمتی سوٹ ۔ بھائی واقعی اس کے تصورات سے بھی زیادہ حسین اور دلکش تھے۔

۱۸۹۶ء میں جب محمد علی انگلستان سے اعلیٰ تعلیم کی ڈگری لے کر کراچی لوٹے تو انھیں جہاں خاندان سے برسوں بعد ملنے کی خوشی تھی وہاں انہیں والدہ اور رفیقۂ حیات کے بچھڑنے کا غم بھی تھا۔ انھیں یہ حقیقت جان کر بھی رنج ہوا کہ اب اُن کے والد کے کاروبار میں پہلا سا عروج نہیں رہا بلکہ والد جناح بھائی نے انھیں خصوصاً اپنی خستہ حال تجارت سے آگاہ کیا۔ یہی وجہ تھی کہ نوجوان محمد علی نے ۱۸۹۷ء کے شروع میں کراچی کی بجائے بمبئی جا کر وکالت کرنے کی ٹھانی اور بہت جلد جانفشانی اور لگن سے اپنا نام پیدا کر لیا۔ ۱۹۰۰ء میں محمد علی عارضی طور پر

پریذیڈنسی مجسٹریٹ مقرر ہوئے لیکن جلد ہی آگے بڑھنے کی جستجو میں اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اُن کے قدم اب منزل کو چھو رہے تھے۔ اُنھوں نے خط کے ذریعے والد کو دعوت دی کہ وہ خاندان سمیت بمبئی آ جائیں۔

یہ ۱۹۰۰ء کا زمانہ تھا، فاطمہ کی عمر سات برس تھی۔ گھر ہی پر اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں جناح بھائی بھی وفات پا گئے۔ اس وقت فاطمہ کی عمر آٹھ برس تھی۔ مامتا کی شفقت سے پہلے ہی محرومی تھی، سایۂ پدری بھی ساتھ چھوڑ گیا تو تعلیم وتربیت کی مکمل ذمہ داری نوجوان محمد علی نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان گھرانوں میں لڑکیوں کی تعلیم کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ جہاں تک انگریزی تعلیم کا تعلق ہے تو اس سے تو نفرت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ لڑکیاں تو ایک طرف لڑکوں کو بھی انگریزی تعلیم سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ ان حالات میں جو گھرانے بچوں کو انگریزی تعلیم دلواتے تھے، اسلامی معاشرے میں انھیں انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ایسے میں فاطمہ کے لیے تعلیم کے حصول کا مسئلہ ایک سنگین نوعیت اختیار کر گیا۔ محمد علی نے فاطمہ کو ایسے ادارے میں داخل کرانا چاہا جہاں انگریزی زبان میں تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ سننا تھا کہ خاندان میں ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، کسی نے اس سے اتفاق نہ کیا مخالفت کا بازار گرم ہو گیا لیکن دوسری طرف محمد علی جناحؒ تھے، جنھیں قدرت نے پیدا ہی باطل سے ٹکرانے کے لیے کیا تھا، وہ محمد علی جناحؒ جس نے آگے چل کر قائداعظمؒ کے عظیم منصب پر فائز ہونا تھا اور جس کے زورِ بازو اور عزمِ صمیم نے اپنی قوم کی ڈوبتی ہوئی نیّا کو منجدھار سے نکال کر ساحلِ مراد تک پہنچانا تھا۔ جب محمد علی جناح نے خاندان کی مخالفت کو کوئی اہمیت نہ دی تو خاندان کے بڑوں نے ننھی فاطمہ کو قابو کرنا چاہا کہ وہ بددل ہو کر تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ ترک کر دے۔ فاطمہ کو اپنے بھائی سے محبت ہی نہیں بلکہ عقیدت تھی۔ بھائی نے ننھی فاطمہ کو عملی زندگی کا پہلا سبق دیا کہ جو ارادہ کر لیا جائے اُس پر ڈٹ جانا چاہیے۔ فاطمہ اسی سبق پر عمل پیرا

ہوئی اور خاندان بھر کی مخالفت دھری کی دھری رہ گئی۔

جہاں تک بچپن کا تعلق ہے فاطمہ کا بچپن دوسرے بہن بھائیوں سے قدرے مختلف تھا، فاطمہ اوراس کی بہن شیریں کو دوسری لڑکیوں کے برعکس گڑیوں کے کھیل سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ فاطمہ، شیریں اور ان کا بڑا بھائی احمد علی ایک ساتھ کھیلتے تھے، زیادہ تر پرندوں کے شکار کے لیے نکل جاتے لیکن ان سب کے باوجود فاطمہ کو کھیلوں سے کوئی خاص رغبت نہ تھی، اُس کا زیادہ وقت مطالعہ میں صرف ہوتا، پڑھنے لکھنے کا شوق اُسے بڑے بھائی محمد علی کی طرف سے ملا تھا۔ مطالعہ کا شوق فاطمہ کے ساتھ تمام عمر رہا۔ جب صحیح معنوں میں محمد علی جناحؒ کی رفاقت میسر آئی تو اس شوق کو گویا چار چاند لگ گئے۔ فاطمہ بہت کم خوراک تھی۔ اس کی بہت سے خوبیوں میں سے ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ بلا کی ضدی ہونے کے باوجود کبھی بلا وجہ ضد نہ کرتی تھی۔ فاطمہ کو دو چیزوں کا بہت شوق تھا، ایک تو چاکلیٹ بہت رغبت سے کھاتی تھی، یہاں تک کہ اکثر دن بھر میں پورا ڈبہ چٹ کر جاتی۔ دوسرا اُسے سائیکل چلانا بہت اچھا لگتا تھا، وہ دوپہر کو سائیکل چلایا کرتی تھی، اس موقع پر اس کی خوشی دیدنی ہوتی تھی۔ فاطمہ بچپن ہی سے بہت صفائی پسند تھی۔ لباس کے معاملے میں صفائی اور نفاست کا خیال رکھتی، لباس ہمیشہ اُجلا اور صاف ستھرا ہوتا۔ زیورات کی شوقین تھی خصوصاً موتی جڑے ہوئے زیورات پسند تھے۔

فاطمہ فطری طور پر پڑھائی سے دلچسپی رکھتی تھی لیکن اس کے باوجود ابتدا میں اسے سکول جانے سے خوف آیا۔ محمد علی نے اس موقع پر تدبر سے کام لیتے ہوئے بہن کے دل سے یہ خوف دور کیا۔ اس سلسلے میں محمد علی ایک دن بگھی میں بٹھا کر فاطمہ کو سیر کراتے کراتے باندرہ کے سکول لے گئے۔ بگھی ایک جگہ رُکی جہاں بہت سی ننھی منی بچیاں دلکش کپڑوں میں ملبوس، پڑھائی لکھائی میں مصروف اور کچھ اِدھر اُدھر کھیل کود میں منہمک تھیں۔ محمد علی بغیر کچھ بتائے فاطمہ کو سیر کراتے رہے۔ اس طرح کئی بار ایسا کیا، سکول کے مختلف حصے دکھائے، بچیوں کو قریب سے دکھایا یہاں تک کہ فاطمہ جلد ہی سکول کے در و دیوار اوراس کے ماحول سے مانوس ہوگئی۔

یوں ایک دن اُس نے خود ہی سکول میں داخل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔

فاطمہ کو ۱۹۰۲ء میں باندرہ کے کانونٹ (Convent) سکول میں داخل کرایا گیا۔ اسی سکول کے رہائشی حصہ میں فاطمہ کی رہائش کا بھی بندوبست کیا گیا۔ محمد علی ہر اتوار بہن سے ملنے سکول جاتے اور دیر تک اس کے ساتھ رہتے۔

فاطمہ ایک اچھی طالبہ کے طور پر نمایاں ہونے لگی۔ وہ ایک ذہین طالبہ تھی، بہت محنت سے سبق تیار کرتی اور وقت پر کام مکمل کرتی تھی۔ استانیاں اس کی کارکردگی سے بہت خوش تھیں۔ وہ اپنی محنت اور خداداد صلاحیت کی بنا پر جماعت میں اول رہتی۔ فاطمہ اچھے کردار اور اخلاق کی وجہ سے دیگر طالبات میں نمایاں مقام کی حامل طالبہ تھی۔ سلیقہ اور نفاست اُس کی گھٹی میں پڑے تھے۔ اپنی کتابیں اور دیگر استعمال کا سامان سلیقے سے رکھتی۔ ہمیشہ سچ کو اپنا شعار بنایا۔ خوش مزاجی اور زندہ دلی کے باعث طالبات میں ہر دلعزیز تھی۔

فاطمہ ابتدا ہی سے سکول کے ہر سماجی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھی۔ اس کی اُستانیاں نہ صرف خود اس کی کارکردگی سے مطمئن تھیں بلکہ محمد علی سے بھی بہت اچھے انداز میں اس کی قابلیت اور سعادت مندی کا ذکر کرتیں۔ ۱۹۰۶ء میں فاطمہ کو سینٹ پیٹرک (Saint Patrick) سکول گھنڈالا، بمبئی میں داخل کرا دیا گیا جہاں سے ۱۹۱۰ء میں فاطمہ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ امتحان میں کامیابی کے بعد وہ اپنے بھائی محمد علی کے پاس آ گئی محمد علی اپنی وکالت کے سلسلے میں بہت مصروف تھے، ان کے عدالتی کام پہلے سے بہت بڑھ گئے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ اپنی پہچان بنا رہے تھے۔ اپنی مصروفیات کے باوجود وہ اپنی بہن فاطمہ کے لیے ضرور وقت نکالتے تھے۔ جب صبح ہائیکورٹ کے لیے نکلتے تو بہن کو بگھی میں بٹھا لیتے۔ فاطمہ کو راستے میں اپنی شادی شدہ بہن بیگم پیر بھائی کے گھر اُتار دیتے۔ یہاں فاطمہ، بہن اور اس کے بچوں کے ساتھ وقت گزارتی محمد علی جناح عدالت سے فراغت پا کر فاطمہ کو لیتے۔ راستے میں گھومتے گھماتے گھر پہنچتے، کھانا کھاتے، آرام کرتے اور پھر شام کو سیر کے لیے نکل جاتے۔

وقت یونہی صبح وشام کے دریچوں میں ریشم کی طرح سرسر کرتا گزرتا رہا۔لیل ونہار، ماہ و سال میں تبدیل ہوتے گئے۔اس عرصہ میں فاطمہ نے سینئر کیمبرج کی تیاری آزادامیدوار کے طور پر مکمل کرلی۔اس دوران میں محمد علی جناحؒ بہن کی مدد کرتے رہے۔آخر فاطمہ نے ۱۹۱۳ء میں بطور آزاد اُمیدوار سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کرلیا۔محمد علی جناحؒ کی رفاقت سے جہاں فاطمہ نے کردار وعمل کی دوسری بہت سی خوبیاں اخذ کیں وہاں ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ابتدا ہی سے وہ نہایت صاف شُستہ اور بامحاورہ انگریزی بولنے لگی۔محمد علی نے گھر میں ایک بڑی لائبریری کا اہتمام کیا تھا جس میں دنیائے ادب کی نادر روزگار کتب کا ذخیرہ تھا۔ادب کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون پر بھی مستند کتابیں موجود تھیں ۔ فاطمہ نے صحیح معنوں میں لائبریری سے استفادہ کیا۔اُس نے شب وروز کی محنت سے اپنے مطالعہ کووسعت بخشی۔محمد علی جناحؒ کے ساتھ رہتے ہوئے انھیں سیاست سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی، یوں اُنھوں نے ادب کے ساتھ سیاست پر بھی بیسیوں کتابیں پڑھ ڈالیں۔

زندگی کے اس دور میں فاطمہ کومکمل طور پر محمد علی جناحؒ کی سرپرستی اورنگرانی حاصل تھی، بھائی کی محبت بہن کے لیے وقف تھی، بہن بھی بھائی پر فریفتہ تھی ۔ بھائی نے کسی موقع پر بھی بہن کووالدین کی محرومی کا احساس نہ ہونے دیا۔بہن بھائی یک جان دو قالب کے مثل تھے اورایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔محبت شیرینی کا درجہ رکھتی ہے توکبھی کبھار کی تکرار نمک کے مصداق ہے اور ذائقہ انھی دوخوبیوں سے عبارت ہے۔محمد علی جناحؒ اور فاطمہ جناحؒ کی مثالی محبت میں کچھ لمحات ایسے بھی تھے جب بہن بھائی میں کسی بات پر معمولی جھگڑا ہوجاتا تھا، ایسے میں دونوں کے درمیان بات چیت موقوف ہو جاتی ۔بعض اوقات فاطمہ جناحؒ اپنے کمرے میں گھنٹوں بند ہوجاتیں، کمرے سے باہر نکلتیں تومحمد علی جناحؒ بڑھ کر بہن کومنا لیتے اور پیار سے فاطی کہہ کر بات شروع کرتے تو فاطمہ جناحؒ کا غصہ لمحوں میں کافور ہوجاتا۔اکثر ناراضی کے بعد کھانے کی میز پر اکٹھے ہوتے تومحمد علی جناحؒ پیار سے فاطی کہہ کرکوئی بات پوچھ

لیتے اور یوں لمحوں میں دوستی کی فضا قائم ہوجاتی۔

محمد علی جناحؒ ایک مہربان دوست، عزیز بھائی اور شفیق باپ بن کر فاطمہ جناحؒ کی تربیت کا حق ادا کررہے تھے۔ اُنھوں نے ہر موقع پر فاطمہ جناحؒ کی خواہش کا خیال رکھا، لباس ،خوراک ،زیورات ہر ضرورت کہنے سے پہلے پوری کی۔تعلیم کے معاملے میں انتہائی تدبر اور فراست سے بہن کی مشکلیں آسان کیں۔فاطمہ جناحؒ مکمل طور پر بھائی کی دلفریب اور جاذبِ نظر شخصیت کے زیر اثر تھیں۔انھوں نے بچپن ہی سے بھائی کو اپنے لیے عملی نمونہ بنایا اور اُن کے کردار و اطوار کی تقلید کی۔یہی وجہ ہے کہ قوم نے محترمہ فاطمہ جناحؒ کو عظیم بھائی کی طرح خوددار، زیرک، مدبر، بہادر، باحوصلہ اور اعلیٰ کردار کی حامل پایا۔

۱۹۱۸ء میں محمد علی جناحؒ نے بمبئی کے معزز گھرانے کی لڑکی رتن بائی (بعد میں مریم جناح) سے شادی کر لی تو بہن اور بھائی کے درمیان اٹھارہ سالہ رفاقت وقتی طور پر اختتام پذیر ہوئی۔فاطمہ جناح اپنی بڑی بہن کے ہاں منتقل ہوگئیں لیکن بھائی کی محبت انھیں ہر اتوار کشاں کشاں بھائی کے گھر لے آتی جہاں وہ بھائی اور بھابھی کے ساتھ دوپہر کا کھانا تناول فرماتیں۔ اسی دوران میں ایک دن فاطمہ جناحؒ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ مزید تعلیم کے حصول کے لیے کالج میں داخلہ لیا جائے اس سوچ کا اظہار انھوں نے بھائی محمد علی جناحؒ سے کیا۔ بھائی نے بڑے سوچ بچار کے بعد رائے دی کا فاطمہ جناحؒ دانتوں کے علاج سے متعلق تعلیم حاصل کریں۔یوں فاطمہ جناحؒ نے ۱۹۱۹ء میں ڈاکٹر احمد ڈینٹل کالج کلکتہ میں داخلہ لے لیا۔اسی شہر سے محمد علی جناحؒ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ڈاکٹر احمد ڈینٹل کالج ہندوستان بھر میں دندان سازی کا ایک ہی کالج تھا۔دورانِ تعلیم میں فاطمہ جناحؒ نے ہوسٹل میں رہنا پسند کیا حالانکہ ان دنوں ان کی بڑی بہن مریم بھی کلکتہ میں مع اہل وعیال رہتی تھیں۔ فاطمہ جناحؒ ۱۹۲۲ء میں دندان سازی کی سند حاصل کر کے بمبئی واپس آگئیں۔

۱۹۲۳ء میں فاطمہ جناحؒ کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ دندان سازی کی تعلیم حاصل

کرنے کے بعد محمد علی جناحؒ نے ان کے لیے عبدالرحمٰن سٹریٹ بمبئی میں ایک ڈینٹل کلینک کا اہتمام کر دیا۔ اس دوران میں فاطمہ جناحؒ کی مصروفیت دو چند ہوگئی۔ عوامی خدمات کا جذبہ اُن میں شروع سے ہی موجزن تھا۔ اب جب قدرت نے انہیں اس قابل بنایا تھا کہ وہ پریشان حال لوگوں کی مدد کر سکیں تو انھوں نے خود کو وقف کر دیا۔ وہ اپنے کلینک کے ساتھ ساتھ روزانہ دھوبی تلاؤ پر واقع میونسپل کلینک میں بھی جاتیں اور بلا معاوضہ غریبوں کا علاج کرتی تھیں۔ یہ دور فاطمہ جناحؒ کی زندگی کا مصروف ترین دور تھا۔ فاطمہ جناحؒ نے خلوص اور جانفشانی سے اپنی پریکٹس جاری رکھی۔ اس محنت اور تگ ودو میں پانچ چھے برس گزر گئے۔ اس دوران میں محمد علی جناحؒ اپنی چہیتی بیوی مریم جناح کے ساتھ تعطیلات گزارنے انگلستان گئے تو اپنی اکلوتی بیٹی گیارہ سالہ دینا جناحؒ کو اس کی پھوپھی فاطمہ جناحؒ کے سپرد کر گئے۔ اس دوران میں فاطمہ جناحؒ نے بچی کی نگہداشت انتہائی ذمہ داری اور خلوص سے کی۔

❑❑❑

تحریک پاکستان میں قائد کی رفیق

ابتدائی تعلیم و تربیت نے فاطمہ جناحؒ کی شخصیت پر انتہائی گہرے نقوش چھوڑے تھے۔محمد علی جناحؒ نے بہن کو بیٹی کی طرح پالا تھا اس کی ہر خواہش کو دل و جان سے عزیز جانا۔ بہن نے بھی بھائی کی محبت میں خود کو فراموش کر دیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ فاطمہ جناحؒ کی شخصیت پر محمد علی جناحؒ کا رہن سہن ،وضع قطع، انداز واطوار، بول چال اور کردار و اخلاق ثبت ہو گئے تھے۔محمد علی جناحؒ کی رفاقت نے فاطمہ جناحؒ کی زندگی کو ایک نئی جہت عطا کی تھی۔اس میں انقلابی رُخ وا کر دیئے تھے۔جناحؒ ایک معروف وکیل اور معروف سیاستدان تھے۔یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے سیاسی رہنماؤں اور کارکنان سے ملاقاتیں اُن کا روز کا معمول تھا۔ فاطمہ جناحؒ بھی ان ملاقاتوں میں شریک ہوتیں اور رہنماؤں کی گفتگو سے استفادہ کرتیں۔یوں ہندوستان کی سیاست اور تاریخ سے ان کی دلچسپی بڑھتی گئی۔یہ محمد علی جناحؒ ہی کی رفاقت اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ محترمہ فاطمہ جناحؒ ہندوستان کی عملی سیاست میں قائداعظمؒ کی دست راست بنتی چلی گئیں۔

محمد علی جناحؒ کی زندگی اب خارزارسیاست کے پر پیچ نشیب وفراز کے مراحل سے گزر رہی تھی۔یہ دور اُن کی مصروف زندگی کا ہنگامہ خیز دور تھا۔ایسے میں انھیں جاں گسل خانگی سانحہ سے دو چار ہونا پڑا۔یہ اُن کی چہیتی بیوی مریم جناح کی بے وقت موت تھی۔اس سانحہ پر محمد علی جناحؒ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے۔اب ان کی زندگی سے بہار گویا رخصت ہو چکی تھی۔ہر طرف مایوسی،تنہائی اور پریشان حالی کا دورِ دورہ تھا۔گھر کا نظام بالکل تلپٹ ہو کر رہ گیا تھا۔پورا خاندان اس صورت حال پر پریشان تھا۔انھیں احساس تھا کہ محمد علی جناحؒ بہت شکستہ اور مایوس دکھائی دیتے ہیں ان کے گھر کا اطمینان ختم ہو چکا ہے۔ایسے میں فاطمہ جناحؒ اُمید کی

کرن بن کر جگمگائیں ۔ انھوں نے بھائی کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دینے کے لیے ایک ناخدا کی مشکل ترین ذمہ داری اپنے ناتواں کندھوں پر بخوشی قبول کی ۔ اپنے کلینک کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہا اور بھائی کی دل جوئی اور ڈھارس کے لیے اُن کے گھر چلی آئیں ۔

یہ دور فاطمہ جناحؒ اور محمد علی جناحؒ کی رفاقت کا لازوال دور ہے جو قائداعظمؒ کے انتقال تک پوری آب و تاب سے جگمگاتا رہا۔ اس دور کے شب و روز اور ماہ و سال فاطمہ جناحؒ کی عظیم قربانیوں اور ایثار کی روایت سے تابندہ ہیں ۔ فاطمہ جناحؒ نے بھائی کے گھر آ کر بہن کے ساتھ ساتھ ایک ماں کا کردار بھی ادا کیا۔ بھائی نے بھی غم کی تپتی دھوپ میں بہن کے سایۂ عافیت میں پناہ چاہی اور یوں ایک نئی زندگی نئے انداز سے اپنی ڈگر پر گامزن ہوگئی ۔ فاطمہ جناحؒ نے از سرِ نو بھائی کے گھر کو ترتیب دیا۔ گھر کے تمام معاملات کا باریک بینی سے جائزہ لیا۔ محمد علی جناحؒ جو اپنی وکالت اور سیاست کے لیے خود کو وقف کر چکے تھے اس گوشۂ عافیت میں نہال ہوگئے ۔ فاطمہ جناحؒ نے باقاعدہ ایک نظام الاوقات بنایا جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ محمد علی جناحؒ کی مصروف زندگی میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں پیدا کی جائیں اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اُن کی مصروفیات کا اُن کی صحت پر منفی اثر نہ پڑے۔ ملازمین سے لے کر محمد علی جناحؒ تک اس نظام الاوقات کی پابندی کرنے پر مجبور تھے۔ کسی کو ذرہ برابر رعایت نہیں تھی کہ وہ سرمو انحراف کر سکے۔ فاطمہ جناحؒ کی سختی اور پابندی کا یہ عالم تھا کہ ملازم تو ایک طرف اکثر محمد علی جناحؒ بھی ڈھکے چھپے الفاظ میں احتجاج کرتے تھے۔

فاطمہ جناحؒ کا معمول تھا کہ وہ اپنی نگرانی میں بھائی کی پسند و ناپسند کو مدِنظر رکھتے ہوئے کھانا تیار کرواتیں ۔ اس سلسلے میں ان کی بیماری میں خصوصی غذا کا اہتمام کرتیں۔ باورچی خانے کی صفائی اور باورچیوں کے کام پر سختی سے محاسبہ کرتیں۔ اُن کے ایک خادم کا کہنا ہے کہ:

> ''حساب کتاب کے معاملے میں مس جناحؒ بہت تیز تھیں۔ اکثر بگڑ جاتیں
> کہ تم (ملازم) سب چور ہو۔ ایک آنہ کی چیز کا ایک روپیہ لگاتے ہو۔۔۔

ایک مرتبہ مس جناحؒ نے دونوں باورچیوں کو نکال دیا ۔ صاحب
(قائداعظمؒ) نے کچھ نہ کہا وہ اپنی ہمشیر کے معاملات میں دخل نہیں دیا
کرتے تھے۔ چنانچہ کئی دنوں تک کھانا ہوٹل میں کھاتے رہے''۔اے

فاطمہ جناحؒ کھانے پر بھائی کے ایک ایک لقمہ پر توجہ مرکوز رکھتیں اور جب تک وہ فراغت پا کر سونے کے لیے نہ اُٹھ جاتے اُن کے پاس موجود رہتیں ۔محمد علی جناحؒ جب بمبئی میں مالا بار ہل پر واقع اپنی خوبصورت اور بڑی کوٹھی میں مقیم تھے تو فاطمہ جناحؒ نے بہت سلیقہ اور حسن سے کوٹھی کی زیبائش کا اہتمام کیا تھا۔ یہاں محمد علی جناحؒ سے ملنے جتنے لوگ آتے اُن میں بڑے سیاسی رہنما کارکنان اور انگریز حکمران شامل ہوتے تھے۔ ان سب کی دیکھ بھال اور تواضع کا اہتمام بھی فاطمہ جناحؒ بہت احسن انداز میں کرتیں ۔اکثر محمد علی جناحؒ کے دوروں میں اُن کی ہم رکاب ہوتیں۔قائداعظمؒ کے سابق ذاتی سیکرٹری مطلوب حسین سید لکھتے ہیں کہ:

''جنوبی ہندوستان کے دورے میں ہم ایک جگہ رُکے تو مس جناحؒ نے اتر
کر سب کے خوردونوش کا بندوبست کیا''۔ ۲ے

جب محمد علی جناحؒ کچھ عرصہ کے لیے ہندوستان سے انگلستان منتقل ہوئے تو فاطمہ جناحؒ اور دینا جناح اُن کے ہمراہ گئیں۔ وہاں محمد علی جناحؒ ویسٹ ہیتھ روڈ پر واقع ایک سہ منزلہ عمارت میں قیام پذیر ہوئے اس کوٹھی کے ساتھ ایک وسیع وعریض باغ اور چراگاہ بھی تھی۔ بیگم لیاقت علی خان کی زبانی ہیکٹر بولائتھو لکھتے ہیں کہ:

''قائداعظمؒ اپنی بہن فاطمہ اور بیٹی دینا کے ساتھ ۱۹۳۱ء میں ویسٹ ہیتھ ہاؤس
واقع ہمپسٹیڈ میں ویسٹ ہیتھ روڈ پر منتقل ہو چکے تھے۔ یہ ایک سہ منزلہ کوٹھی
تھی جس میں بہت سے کمرے تھے مکان کے ساتھ ایک دربان خانہ،
گاڑیوں کے لیے سڑک اور آٹھ ایکڑ کا باغ اور چراگاہ بھی تھی ۔ اس عظیم
الشان عمارت میں رہائش کے تمام انتظامات محترمہ فاطمہ جناحؒ کے سپرد

تھے۔۔۔مس فاطمہ جناحؒ بھائی کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ جب میں اور لیاقت علی خان دونوں اس عالی شان کوٹھی میں شام کو گئے تو یہ سب دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا کہ جناحؒ اس آرام و آسائش اور اطمینان کی زندگی کو چھوڑ کر کبھی ہندوستان نہیں جائیں گے''۔ ۳؎

۱۹۳۵ء میں بالآخر محمد علی جناحؒ انگلستان سے واپس آ گئے۔ قدرت کو اسلامیان ہند کی زبوں حالی پر رحم آ گیا تھا کہ اس نے جناحؒ کے دل میں ہندوستان کے پریشان حال اور راہ گم کردہ مسلمانوں کے لیے تڑپ پیدا کر دی۔ علامہ اقبالؒ اور دیگر مسلم زعما کی دعائیں اور کوششیں رنگ لائیں اور مسلمانانِ ہندوستان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا کھیون ہار پھر سے انھیں ساحل مراد تک پہنچانے کے لیے ان میں آ موجود ہوا۔

اسی سال محمد علی جناحؒ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر چن لیا گیا۔ اب ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ گیا۔ اس کا اثر فاطمہ جناحؒ پر بھی ہوا، اُن کی ذمہ داریاں دو چند ہو گئیں ایک طرف وہ گھریلو محاذ پر اپنے بھائی کے آرام و سکون کے لیے خود کو وقف کیے ہوئے تھیں تو دوسری طرف سیاست کے خارزار میں اپنے پاؤں لہولہو کر رہی تھیں۔ اس سلسلے میں ہندوستان کی مسلم خواتین کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی اہم ذمہ داری انھوں نے اپنے ناتواں کندھوں پر لی اور تاریخ نے ثابت کیا کہ اُنھوں نے بہ احسن انداز اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ وہ نہ صرف اپنے بھائی بلکہ اُمت مسلمہ کے سامنے بھی سرخرو ہوئیں۔ اس سلسلے میں محترمہ فاطمہ جناحؒ خود لکھتی ہیں:

''میں نے یوں تو بچپن ہی میں سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا مگر گہری دلچسپی ۱۹۳۵ء ہی سے شروع ہوئی۔ قائداعظمؒ کے پاس ہندوستان کے ممتاز سیاستدان اکثر آیا کرتے تھے اور میں ان کی باتیں سنا کرتی تھی۔ پھر جب میں بھی بڑی ہوئی تو کانگریس اور مسلم لیگ کے جلسوں میں باقاعدہ شرکت شروع کر دی۔ ملکی سیاست سے مجھے ویسے بھی کافی دلچسپی تھی کیونکہ

قائداعظمؒ کے ساتھ رہ کر سیاست سے دور رہنا ناممکن تھا۔ بعد میں قائد اعظمؒ کے دوش بہ دوش سیاسی سرگرمیوں میں پورے انہماک کے ساتھ حصہ لیتی رہی''۔ ۴؎

فاطمہ جناحؒ ۱۹۳۴ء کے بعد سے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی مستقل رکن تھیں اُنھوں نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر ہندستان کی پیچیدہ اور ناخوشگوار سیاست میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شبانہ روز قربانیوں کا ذکر اکثر قائداعظمؒ نے بہت احسان مندی سے کیا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

''مایوسی کے اس دور میں میری بہن میرے لیے اُمید کی کرن اور مستقبل کی روشنی بن جاتی تھی۔ میں پریشانیوں میں گھرا ہوتا تھا اور میری صحت خراب تھی لیکن فاطمہ کے تدبر، توجہ اور حسن انتظام سے میری تمام پریشانیاں دور ہوجایا کرتی تھیں''۔ ۵؎

فاطمہ جناح قائداعظمؒ کی تحریروں کا مطالعہ کرتیں۔ ان تحریروں کی حفاظت کرتیں اور قائداعظم کو ہمیشہ مفید مشوروں سے نوازتیں۔

قائداعظمؒ کے قریبی ساتھی بھی محترمہ فاطمہ جناحؒ کی ان خدمات کے معترف تھے مشہور کشمیری رہنما چودہری غلام عباس محترمہ فاطمہ جناحؒ کو قائداعظمؒ کا دست راست قرار دیتے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق قائداعظمؒ نے کئی مرتبہ برملا کہا کہ مسلم لیگ کیا ہے:

''صرف میں، میری بہن اور میرا ٹائپسٹ'' ۶؎

خواجہ ناظم الدین اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں:

''مسلم لیگ کیا ہے؟ یہی، میں میری بہن اور میرا ٹائپ رائٹر'' ۷؎

مسلم لیگ کا صدر منتخب ہونے کے بعد مسلم لیگ کو منظّم اور مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بنانے کے لیے قائداعظمؒ نے ملک بھر کے ہنگامی دورے شروع کردیئے۔ ان دوروں

میں محترمہ فاطمہ جناحؒ ان کی رفیق ہوتیں۔ رات کو کھانے پر سیاسی موضوعات پر گفت وشنید ہوتی، اکثر محترمہ فاطمہ جناحؒ سیاسی مسائل پر قائداعظمؒ کو مفید مشوروں سے نوازتیں، مشکل مواقع پر اُن کی حوصلہ افزائی کرتیں محترمہ فاطمہ جناحؒ اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے خود کہتی ہیں کہ:

''قائداعظمؒ اکثر مجھ سے کھانے کی میز پر جب کبھی حالات پر تبادلہ خیالات کرتے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں''۔۸؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے ''جرنیل'' محمد علی جناحؒ کی معیت میں ایک سپاہی اور کارکن کی طرح مسلم لیگ کے جلسوں میں معاونت کی۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے ۱۹۳۷ء میں پہلی بار مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں قائداعظمؒ کے ساتھ شرکت کی۔ آپ ۱۹۳۸ء میں بمبئی پروونشیل مسلم لیگ کی رکن بنیں اور ۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء کو جب بمبئی مسلم لیگ کا اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں ہوا تو اس اجلاس میں محترمہ فاطمہ جناحؒ کو کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو بمبئی پروونشیل مسلم لیگ کی سالانہ جنرل میٹنگ ہوئی، اس اجلاس میں ۳۰ نمائندوں کا انتخاب کیا گیا اور آل انڈیا مسلم لیگ کے اعزازی سیکرٹری کو ان نمائندوں کی فہرست بھیجی گئی، ان میں محترمہ فاطمہ جناحؒ کا نام سرفہرست تھا۔ وہ ۱۹۳۹ء کے بعد آل انڈیا مسلم کونسل کی مستقل رکن رہیں۔ مسلم لیگ کو متحرک کرنے کی قائداعظمؒ کی کاوشوں میں شبانہ روز اُن کی شریک رہیں۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کی تمام تر تگ ودو محض قائداعظمؒ کی معاونت کے ضمن میں تھی۔ کسی سیاسی عہدہ یا مرتبہ کا لالچ اُن کے قریب بھی نہیں پھٹکتا تھا، اس سلسلے میں بھی وہ اپنے عظیم بھائی کی پیرو تھیں کہ جن کی تمام تر خدمات اسلامیان ہند کے لیے بے لوث اور بے غرضانہ تھیں۔ نور الصباح بیگم لکھتی ہیں:

''وہ (محترمہ فاطمہ جناحؒ) اس تحریک میں ہر قدم پر قائداعظمؒ کے ساتھ تھیں اور خواتین ان کی سرگرمی میں کام کر رہی تھیں۔ وہ آل انڈیا خواتین

مسلم لیگ سب کمیٹی کی ممبر تھیں ۔ اُنھوں نے اسی کمیٹی میں رہتے ہوئے کبھی عہدہ لینا پسند نہ کیا مگر کمیٹی کی اراکین کی نظر میں ان کی اہمیت صدر سے کہیں زیادہ تھی'' ۔۹۔

اس ضمن میں خود فاطمہ جناحؒ لکھتی ہیں:

''میں نے قائداعظمؒ کی قیادت میں پاکستان کے لیے ایک سپاہی کی طرح دوسرے مسلمانوں کے دوش بہ دوش کام کیا ہے۔تحریک پاکستان کے دوران میں قائداعظمؒ مجھے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اُنھوں نے مجھے کوئی سیاسی عہدہ نہیں دیا تھا۔اُنھوں نے اپنی بہن کے لیے پاکستان نہیں بنایا بلکہ پوری قوم کے لیے بنایا تھا'' ۔۱۰۔

قائداعظمؒ ایک زیرک اور دور بیں رہنما کی طرح اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ جب تک خواتین کو فعال نہیں کیا جاتا اس وقت تک کوئی قوم یا کسی قوم کی تقدیر بدلنے کی کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اُنھوں نے ابتدا ہی سے اس بات پر زور دیا کہ مسلم خواتین اپنے مذہبی اور معاشرتی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلم لیگ کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے اپنا کردار احسن انداز میں ادا کریں ۔مسلم خواتین کو بیدار کرنے کے لیے قائداعظمؒ نے ایک علیحدہ سب کمیٹی تشکیل دی، آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ پٹنہ دسمبر ۱۹۳۸ میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ تحریک پاکستان میں خواتین کو متحرک کرنے کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ خواتین سب کمیٹی بنائی جائے۔ پروین شوکت علی لکھتی ہیں کہ:

''اس اجلاس کے بعد فاطمہ جناحؒ ہمشیر قائداعظمؒ مسلم خواتین کی راہنمائی کے لیے روشنی کا مینار بن گئیں اور اُنھوں نے کل ہند دورے کیے اور بے شمار خواتین کمیٹیاں تشکیل دیں'' ۔۱۱۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے قائداعظمؒ کے نصب العین کو خواتین کے سامنے موٴثر انداز میں

پیش کرنے کے لیے خواتین کے بے شمار اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندو اور انگریزوں کے گماشتے مسلم عوام کے ذہنوں میں شکوک شبہات پیدا کر رہے تھے۔ مسلم خواتین کے ذہن بھی مسلم لیگ مخالف مہم کی وجہ سے انتشار کا شکار ہو رہے تھے۔ ان حالات میں محترمہ فاطمہ جناحؒ نے ایک مثالی خاتون کا کردار ادا کیا۔ وہ واحد خاتون تھیں جو قائداعظمؒ کے نظریات اور خیالات پر صحیح روشنی ڈال سکتی تھیں۔ انھوں نے قائداعظمؒ کے اقوال اور بیانات کو کھول کر مسلم خواتین کے سامنے پیش کیا۔ یہی وجہ تھی کہ محترمہ کے جلسوں میں خواتین کا بے پناہ ہجوم ہوا کرتا تھا۔ خواتین کی ان سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جلسہ کے بعد گویا اُن پر ٹوٹ پڑتیں۔ اُن کی خدمت میں پھول نچھاور کرتیں۔

نورالصباح بیگم لکھتی ہیں:

> ''ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ قائداعظمؒ کے آرام کا ہر طرح خیال رکھنا اور مشکلات میں ساتھ دینا بے حد مستقل مزاج خاتون کا کام تھا۔ ایک محبت کرنے والی بہن کی حیثیت سے محترمہ نے صرف یہ ہی نہیں کیا بلکہ قائداعظمؒ کے ارشادات گرامی سے ہر جلسہ میں خواتین کو آگاہ کیا۔ علاوہ ازیں چونکہ ہر جگہ وہ قائداعظمؒ کے ہمراہ ہوتی تھیں، ان کی سیاسی معلومات بہت زیادہ تھیں''۔ ۱۲؎

۱۹۴۳ء میں دہلی کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں قائداعظمؒ کی زیرِ صدارت اس تجویز کو منظور کیا گیا کہ خواتین کو کل ہند بنیاد پر نمائندگی دی جائے۔ اس تجویز کی رو سے ہندوستان کے ہر صوبہ سے ممتاز نمائندہ خواتین کو نامزد کیا گیا۔ ان خواتین میں اکثر وہ خواتین بھی شامل تھیں جو سب کمیٹی خواتین آل انڈیا مسلم لیگ کی ابتدا ہی سے یعنی ۱۹۳۸ء میں رکن منتخب ہوئیں، ان میں بیگم محمد علی، بیگم ہارون، محترمہ فاطمہ جناحؒ، بیگم بشیر احمد، بیگم سلمیٰ تصدق حسین وغیرہ شامل تھیں۔ یہ خواتین پاکستان کے قیام تک بحیثیت رکن خدمت سرانجام دیتی رہیں۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ جس مؤثر انداز میں قائداعظمؒ کے ارشادات کو خواتین تک پہنچاتیں، اُس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

''اس عظیم جدوجہد میں جس کا اس وقت ہمیں سامنا ہے اور جس کا سامنا ہمیں مستقبل میں بھی کرنا پڑے گا ایک قدرتی سا سوال یہ سامنے آتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو اس تحریک میں کیا حصہ لینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے اس امر پر متفق ہوں گی کہ مسلم ہندوستان کی تعمیر کے لیے ہمارے سامنے ایک وسیع میدان پڑا ہوا ہے اور ہم سب کا اس سے تعلق رکھنا اور اس جدوجہد میں حصہ لینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہ عورت کا ہی دستِ نازک ہے جو آج کے نوجوان اور کل کے بچے کی زندگی کو ڈھال سکتا ہے۔ یہ عورت ہی کا ہاتھ ہے جو عمدگی اور کامیابی کے ساتھ قومی ترقی کے ان شعبوں کو مستحکم کرسکتا ہے جن کا تعلق براہ راست عوام کی اقتصادی، سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں سے ہو۔ آیئے سیاسی طور پر ہم بھی کوشش کریں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کو تقویت دیں اور اس کو مضبوط اور مستحکم بنائیں کیونکہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کا واحد مقتدر اور نمائندہ ادارہ ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنے عوام میں جماعتی سپرٹ پیدا کریں اور ان رہنماؤں کی وفادارانہ اطاعت کرنا سیکھیں جن کو ہم اپنا رہنما مانتے ہیں''۔ ۱۳؎

اسلامی نشاتِ ثانیہ کا ذکر کرتے ہوئے اسی تقریر میں آگے چل کر کہتی ہیں کہ:

''اپنے ورثہ میں ہمیں ایک شاندار تاریخ ملی ہے گذشتہ دوسو برس کی گردش روزگار نے ہمیں بہت پیچھے دھکیل دیا ہے لیکن اسلام کی نشاتِ ثانیہ کی لہر جو کلکتہ کی طرف حرکت کر رہی ہے اور مسلم ہندوستان بھی خود کو ایک بار پھر بیدار کر رہا ہے۔ ہم توقع رکھیں کہ زیادہ دن گزرنے سے قبل اپنی اصل

حالت پر آ جائیں گے اور خود کو اپنی شاندار اسلامی روایات کے شایان شان ثابت کر دیں گے جو اب تک ہمارے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے''۔ ۱۴؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ پوری تن دہی سے قائداعظمؒ کے پیغام کو مسلم خواتین تک پہنچانے میں مصروف رہیں، انھیں پورا احساس تھا کہ آج اگر مسلم آبادی کے اس مقتدر حصے کی صحیح راہنمائی نہ کی گئی تو مسلم لیگ قائداعظمؒ کے عظیم نصب العین کو پانے میں کامیاب نہ ہو سکے گی، انھیں اب تک کی جانے والی اپنی اور قائداعظمؒ کی سعیٔ کامل کی کامرانی کا بھی ادراک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ خواتین سب کمیٹی کے اجتماعِ عام منعقدہ قیصرِ باغ بمبئی سے خطاب کرتے ہوئے اُنھوں نے برملا کہا:

''اکثر و بیشتر مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ مسلم لیگ کیا کرتی رہی ہے اور اب تک اس نے کیا ٹھوس کام کیا ہے۔ مسلم لیگ نے لوگوں کو بیدار کیا اور ان میں سیاسی شعور پیدا کیا ہے۔ مسلم لیگ نے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا ہے۔ مسلم لیگ نے اسلام کے پرچم کو اونچا لہرا دیا ہے۔ کچھ اس طرح سے مسلم لیگ نے دو سال کے قلیل عرصہ میں خود اعتمادی پیدا کر دی ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کے حریفوں اور دشمنوں کو خاموش کر دیا ہے اور اب اس کا احترام کیا جا رہا ہے۔ اب وہ ایک ایسی طاقت بن گئی ہے جس کو اسلامیان ہندوستان کے واحد مقتدر اور نمائندہ کی حیثیت سے کیا اندرون ملک اور کیا بیرون ملک ہر جگہ ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ سارے ہندوستان میں سیاسی، سماجی، تعلیمی اور اقتصادی ترقی کی نسبت مسلم لیگ کی ایک پالیسی اور پروگرام ہے جس پر اس نے ہندوستان کے مختلف

حصوں میں ایک حد تک عملی اقدام کیے ہیں''۔۱۵؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ کے حوصلہ، اُمید اور سعئ کامل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہندوستان کے قریہ قریہ سے مسلم خواتین مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر یکجا ہونے لگیں۔ مسلمان خواتین کو مسلم مردوں کی عملی مدد پر آمادہ کرنے کے لیے محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اگست ۱۹۴۲ء میں کوئٹہ کے مقام پر ایک مؤثر تقریر کی، آپ نے کہا:

''اب تک ہم مسلمان خواتین نے اپنی قوم کی خاص طور پر مدد نہیں کی ہے۔ حالانکہ ہم لوگ بھی اگر چاہتے تو بہت کچھ کام کا حصہ بٹا سکتے۔ اس وقت ہماری ضرورتیں چار ہیں۔یعنی اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور سیاسی۔ہمیں چاہیے کہ ہم میں سے ہر ایک جس سے جتنا ہو سکے، اپنی قوت اور اپنی حیثیت کے مطابق اپنے خاندان، اپنے ہمسایہ، اپنے دوستوں اورعزیزوں میں عملی قوت کی روح پھونک کر اس میں قومیت کا جذبہ پیدا کرے، اس طرح ہم اپنی قوم کی کچھ مدد کر سکتے ہیں''۔۱۶؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ کے جذبۂ عمل نے مسلم خواتین کے لیے اندھیرے میں چراغ کا کام کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے خواتین جوق در جوق منزل مقصود کی طرف گامزن ہوگئیں۔خواتین محترمہ فاطمہ جناحؒ کے ارشادات کو نشانِ راہ بناتے ہوئے معاشرتی، تعلیمی، سیاسی اور اقتصادی ہر محاذ پر سرگرم عمل ہوتی گئیں خاص طور پر مسلم لیگ کی مالی اعانت اور اپنے مسلمان بھائیوں کا ہاتھ بٹانے کے لیے مینا بازاروں کا انعقاد کیا جانے لگا۔محترمہ فاطمہ جناحؒ بہت خلوص سے ان مینا بازاروں میں تشریف لے جاتیں تا کہ خواتین کی حوصلہ افزائی ہو۔ ۱۹۴۴ء میں لاہور کی مسلم خواتین نے ایسے ہی ایک مینا بازار کا انعقاد کیا جس کا مقصد مسلم لیگ کو مالی امداد بہم پہنچانا تھا۔محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اس مینا بازار کا افتتاح کرتے ہوئے اپنے بصیرت افروز خیالات کا اظہار کیا:

''مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ لوگوں نے ایک مینا بازار قائم کیا ہے۔ یہ ایک فائدہ کی چیز ہے کیونکہ اس طرح عورتیں بھی اپنے مسلمان بھائیوں کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں اور یہ ہمارا فرض ہے کہ قوم کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لیے ہم ان کی امداد کریں، ہاتھ بٹائیں اور حوصلہ افزائی کریں۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ ہماری بہنیں قوم کی اقتصادی حالت سنوارنے کے لیےان کی مدد کریں گی''۔ ۱۷۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اب تک مسلم خواتین میں بیداری اور عمل کی ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلم لیگ اور قائداعظمؒ، خواتین کے محاذ پر کامیاب وکامران رہے۔ مسلمان خواتین میں بیداری کی لہر قابلِ دید تھی جس نے آناً فاناً خوشبو کی طرح مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچا دیا اور خواتین دیکھتے ہی دیکھتے مردوں کے دوش بدوش سیاسی میدان میں نکل کھڑی ہوئیں۔ ۱۹۴۴ء میں لاہور کے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی۔اس موقع پر محترمہ فاطمہ جناحؒ نے مسلم خواتین کو زبردست خراج تحسین پیش کیا:

''میں اپنی قوم کی بہنوں کو دلی مبارکباد دیتی ہوں کہ صوبہ پنجاب کے انتخابات میں آپ نے نہایت شاندار طریقے سے کام کیا اور لاہور کی دونوں نشستیں جیت کر اور اس کے ساتھ پنجاب اسمبلی کے مسلمانوں کی اناسی نشستیں جیت کر دنیا کو بتا دیا ہے کہ پنجاب کے مسلمان سب کے سب پاکستان اور صرف پاکستان چاہتے ہیں۔ مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ اس کامیابی میں آپ نے پورا پورا حصہ لیا''۔ ۱۸۔

۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء کو الہ آباد میں خواتین کے جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ:

''مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے جس کا نصب العین برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کی ایک علیحدہ مملکت کا حصول

ہے۔ اس موقع پر انھوں نے خواتین پر زور دیا کہ وہ مسلم لیگ کے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں''۔۱۹؎

اس کے ٹھیک ایک سال بعد ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو دہلی میں ایک انٹرویو کے دوران میں انھوں نے مسلمان خواتین پر زور دیا کہ ''وہ پاکستان کے قیام کے لیے بے لوث خدمت کریں اور اپنے قائد کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے فعال کردار ادا کریں''۔۲۰؎

دسمبر ۱۹۴۶ء میں کراچی خواتین مسلم لیگ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں سندھ کے مسلمانوں کو ان کی اس عظیم کامیابی پر مبارکباد دیتی ہوں جس کے ذریعہ انھوں نے پاکستان پر اپنا غیر متزلزل ایقان ثابت کر دیا۔ مجھے مسرت ہے کہ سندھ مسلم خواتین سے ملاقات کا موقع ملا''۔۲۱؎

تحریک پاکستان فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ نوجوان مسلم بچیوں کو بھی متحرک کیا جائے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مقابلہ میں آل انڈیا کانگرس ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن موجود تھی جو طالبات میں کانگریسی نقطۂ نظر کا پرچار بہت شدومد سے کر رہی تھی۔ اس وجہ سے اندیشہ تھا کہ مسلم بچیوں میں مسلم لیگ کا نصب العین صحیح انداز میں اُجاگر نہیں ہو پا رہا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمان خواتین کا حیطۂ اثر ایک محدود سطح پر تو بہت معاون تھا لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ نوجوان طالبات کو بھی اس سلسلے میں فعال کیا جائے تا کہ ہر میدان میں مسلم لیگ کے پیغام کو نہ صرف پہنچایا جائے بلکہ مخالفین کے پروپیگنڈہ کا بھی مؤثر جواب دیا جائے۔

اس ضمن میں ۱۹۴۱ء دہلی میں ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن کی داغ بیل ڈالی گئی۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ اس تنظیم کی بانی کہلائیں، اس محاذ پر بھی آپ نے اہم کردار ادا کیا اور ہندوستان بھر میں خواتین کے مختلف تعلیمی اداروں میں شبانہ روز کاوشوں سے مسلم طالبات کو ایک بھرپور قوت

کے رُوپ میں اُبھارا۔ اب آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس کی طرح مسلم ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن بھی تحریک پاکستان کے ہراول دستہ کے طور پر سامنے آئی۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ لکھتی ہیں کہ

''مسلم طالبات کی طرف سے یہ شکایت موصول ہورہی تھی کہ ہندو طالبات کے مقابلے میں انھیں کالجوں میں تقریبات کی آزادی نہیں ہے کیونکہ ان کی کوئی فیڈریشن وجود نہیں رکھتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلم ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن کا قیام فی الفور عمل میں لایا جائے۔ ایک مرتبہ میں اس طرح کی شکایت اور تجویز لے کر آئی ہوئیں طالبات کے ساتھ محترمہ فاطمہ جناحؒ کے پاس پہنچی جنھوں نے ہماری حوصلہ افزائی کی اور آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سیکرٹری مسٹر نعمان کو بلایا، ہم نے اکھٹے بیٹھ کر اس مسئلہ پر سوچا، مسٹر نعمان نے کہا ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا حصہ ہوگی بالکل اسی طرح جیسا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا مسلم لیگ ویمن سب کمیٹی حصہ ہے۔ راجہ صاحب محمود آباد اس کے صدر ہوں گے۔ اس طرح مسلم ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن وجود میں آئی۔ جس کی بانی بلاشبہ محترمہ فاطمہ جناحؒ تھیں''۔ ۲۲؎

مسلم طالبات کی تنظیم کے قیام کے بعد محترمہ فاطمہ جناحؒ کی عظیم ذمہ داریوں میں ایک اور اہم ذمہ داری کا اضافہ ہوا۔ اب آپ نے بھرپور اور منظم انداز میں طالبات کی راہنمائی کی اور ان کی طرف سے منعقدہ جلسوں میں شرکت کر کے قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کا پیغام ان تک پہنچایا۔ اپریل ۱۹۴۳ء میں مسلم ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن دہلی کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے محترمہ فاطمہ جناحؒ نے کہا:

''آپ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے گذشتہ سال کے دوران میں کافی عمدہ کام کیا ہے اور آپ کی تنظیم اس مدت میں قوی سے قوی تر ہوگئی

ہے۔ آپ کا پہلا اور اہم ترین فرض یہ ہے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنی تعلیم پر صرف کریں۔ حصول تعلیم کا یہ زریں موقع جو آپ کی نوعمری کے زمانے میں آپ کے والدین نے آپ کو مہیا کیا ہے ہرگز نہیں لوٹ سکتا۔ آپ خواتین جنھیں خوش قسمتی سے تعلیم حاصل کرنے کے مواقع حاصل ہیں، اپنی کم نصیب، غیر تعلیم یافتہ بہنوں کی اصلاح حال کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ بحیثیت مجموعی تعلیم کے میدان میں ہمیں بہت پیچھے رکھا گیا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس کی ترقی کا راستہ ہموار کریں۔ تعلیم بالغاں کے موقع پر پیش نظر آپ اپنی موسمی تعطیلات کے زمانے میں خواتین مسلم لیگ سب کمیٹی کے تعاون سے ایک مہم چلا کر قابل قدر کام انجام دے سکتی ہیں''۔ ۲۳؎

۲۱ نومبر ۱۹۴۴ء میں مسلم ویمن سٹوڈنٹس کے ایک اجلاس میں انھوں نے مسلم لیگ کی آئینی وسیاسی جدوجہد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ

''برصغیر میں مسلمانوں کے حقوق سے کوئی بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ انگریز حکومت ہو یا مسلمانوں کے سیاسی مخالفین ۔ ان کو جلد یا بہ دیر مسلمانوں کے موقف کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ یاد رہے یہ وہ زمانہ تھا جب قائد اور گاندھی کے درمیان مذاکرات ہوئے اور مسلم موقف کھل کر سامنے آیا تھا۔ اس دوران میں محترمہ فاطمہ جناحؒ نے قائداعظمؒ کی طرح ملک بھر کے ہنگامی دورے کیے اور خواتین کے اجلاسوں کی صدارت کی''۔ ۲۴؎

اپنے اس خطاب کے دو سال بعد یعنی ۱۹۴۵ء میں مسلم ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن دہلی سے خطاب کرتے ہوئے محترمہ فاطمہ جناح نے کہا:

''دو سال ہوئے کہ اس جلسہ کو خطاب کرنے کا موقع آپ لوگوں نے مجھے دیا تھا۔ اس وقت سے اب تک میں دیکھ رہی ہوں کہ مسلم ویمن سٹوڈنٹس

فیڈریشن میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ جلسہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں نے دیکھا ہے اور میں محسوس کرتی ہوں کہ آج ہماری خواتین قومی خدمت کے لیے بے تاب ہیں''۔ ۲۵؎

۱۶ مئی ۱۹۴۷ء کو دہلی مسلم ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

''مسلم خواتین تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لیے ٹھوس بنیادوں پر کام کریں کیونکہ کوئی بھی قوم بغیر تعلیم کے ترقی نہیں کرسکتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان خواتین شرح خواندگی بڑھانے کے لیے جامع منصوبہ بندی کریں''۔ ۲۶؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ کی ہمہ جہت مصروفیات کا اندازہ اس حوالہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف وہ قائداعظم کی دیرینہ رفیق ہیں، سیاست میں ان کا ہاتھ بٹا رہی ہیں، ان کے دوروں میں ان کی ہم رکاب ہیں۔ گھر میں سکون و اطمینان باہم کرنے کے لیے علیحدہ سے کوشاں ہیں۔ دوسری طرف مسلم خواتین کو بیدار کرنے کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں تو تیسرا محاذ مسلم طالبات کی تنظیم نو ہے لیکن ان تمام مصروفیات کے علاوہ ایک اہم ذمہ داری جس کا ذکر کیے بغیر ہم محترمہ کی خدمات کا صحیح احاطہ نہیں کرسکیں گے، وہ یہ ہے کہ خود مسلم خواتین راہنما، محترمہ فاطمہ جناحؒ سے راہنمائی پا رہی تھیں۔ اس کی وجہ قائداعظمؒ کی ہمہ گیر قسم کی مصروفیات تھیں۔ اس سلسلے میں نورالصباح بیگم رقم طراز ہیں:

''۔۔۔ہم مسلم لیگی خواتین کو ہر طرح محترمہ فاطمہ جناح کی سرپرستی حاصل تھی اگر قائداعظمؒ مصروف ہوتے اور ہم نہ مل سکتے تو ہم محترمہ سے مل کر قائداعظمؒ کی ہدایات حاصل کرتے اور ان سے مشورہ لے کر عمل کرتے تھے۔ دہلی کے محلوں میں ہم مسلم خواتین کے جلسے منعقد کرتے۔ محترمہ فاطمہ

جناحؒ ہی ان جلسوں کی صدارت فرماتیں''۔۲۷؎

اس طرح محترمہ فاطمہ جناحؒ کی راہنمائی میں نامور خواتین راہنماؤں جن میں لیڈی ہارون، بیگم شمس النہار محمود، بیگ سلمیٰ تصدق حسین، فاطمہ بیگم، بیگم غلام حسین ہدایت اللہ، بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم وقارالنساء، نون، بیگم رعنا لیاقت علی خان، بیگم بشیر احمد، بیگم حسین ملک اور نورالصباح بیگم وغیرہ نے مسلم خواتین میں تحریک پاکستان کے حوالے سے ایک نیا جوش اور تڑپ پیدا کر دی تھی۔ یہ اسی جوش اور تڑپ کا نتیجہ تھا کہ قائداعظمؒ کا پیغام ہندوستان کے قریہ قریہ میں پہنچ گیا اور پہلی بار مسلم لیگ یک جان ہو کر ایک نصب العین کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس میں کیا مرد و خواتین اور کیا بزرگ و جوان سبھی تن من دھن قربان کرنے کو تیار تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ قائداعظمؒ تنہا اتنے محاذوں پر سرگرم ہو کر قوم کو ہم خیال بنانے نکلتے تو کئی گنا زیادہ وقت درکار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظمؒ کی بصیرت نے بھانپ لیا کہ ان کی بہن اس سلسلے میں ان کی معاون اور دست راست بن سکتی ہیں۔ یوں قائداعظمؒ نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے مسلم خواتین اور طالبات کو منظم اور بیدار کرنے کے لیے انھیں چنا، پھر محترمہ فاطمہ جناحؒ نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اپنے بھائی کے اعتماد پر نہ صرف پورا اتریں بلکہ لحمہ لحمہ اُن کے اعتماد کو تقویت بخشنے کا سامان بھی کرتی رہیں۔ عظیم بھائی کی عظیم بہن نے بھائی کی تفویض کردہ ذمہ داری سے عہدہ برا ہو کر راستے سے بھٹکی ہوئی قوم کو منزل تک پہنچنے میں مدد دی۔

منزل قریب تر ہوتی جا رہی تھی اور جب جون ۱۹۴۷ء میں تقسیم کا منصوبہ پیش کیا گیا تو ایک بار پھر محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اس کامیابی پر مسلم خواتین کو ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء میں مسلمان خواتین دہلی کے ایک جلسہ میں سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے آپ نے یوں خراج تحسین پیش کیا کہ:

''خدا کے فضل و کرم سے ہماری کوشش اور مسلمانوں کی قومی جدوجہد جسے ہم نے گذشتہ کئی سال جاری رکھا تھا ایک شاندار اور کامیاب منزل تک پہنچ چکی

ہے۔مملکت پاکستان ۱۵ اگست تک قائم ہونے والی ہے جس میں ایک ماہ
سے بھی کم مدت باقی ہے۔مسلم ہندوستان کو دنیا کے نقشہ پر ایک مقام
حاصل ہو گیا ہے۔ ہندوستان کی مسلم خواتین نے اپنے بھائیوں کے شانہ
بشانہ اقدام کیا اور جنگ کی کاری ضرب برداشت کی ۔ میں سارے
ہندوستان کی مسلمان بہنوں پر فخر کرتی ہوں اور اس موقع پر سب کو مبارکباد
پیش کرتی ہوں''۔۲۸؎

اس سے پہلے ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو دہلی ہی میں مسلم خواتین کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ پاکستان کو ایک مثالی ریاست بنائیں ان کے خیال میں نوزائیدہ پاکستان میں خواتین کی تعداد مردوں کے مساوی ہوگی اس لیے ضروری ہے کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کر کے پاکستان کو ایک بے مثال ملک بنانے میں اہم کردار ادا کریں۔

ہندوستان کے مسلمان خصوصاً خواتین کے لیے یہ لمحہ بصد مسرت و افتخار تھا کہ آج انھیں ان کی قربانیوں اور جہد مسلسل کا صلہ سرخ روئی اور کامیابی کی شکل میں مل رہا تھا۔اس کامرانی کے پس پردہ جہاں قائداعظمؒ کی قائدانہ صلاحیتوں اور تدبر و فراست کا دخل تھا وہاں ان کی بے لوث اور پُرخلوص بہن کی قربانیوں اور بے باکانہ تگ و دو کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے جس بے باکی اور اخلاص سے قائداعظمؒ کے شانہ بشانہ کارزار سیاست میں جدوجہد کی اس کی مثال ہندوستان تو کیا، خطہ ارضی کی دیگر جگہوں پر بھی شاذ ہی ملے گی۔اُن کی جدوجہد اور عمل و سعی کی تابنا کی میں مسلم خواتین نے اپنے گم کردہ راستے کو پہچانا۔ان کی ہدایت و نصیحت کی چاشنی سے اپنے تاریک راستوں کی تلخی کو حلاوت بخشی ۔یہی وجہ ہے کہ قائداعظمؒ نے بارہا ان کی خدمات کا اعتراف کیا اور خراج تحسین پیش کیا۔قیام پاکستان کے بعد ایک موقع پر کرنل برنی سے بات کرتے ہوئے برملا کہا:

''میری بہن فاطمہ نے طویل مدت تک میری خدمت کر کے اور مسلم خواتین

کو بیدار کر کے مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ میں اس کا بدل نہیں دے سکتا'' ۲۹۔

قائداعظمؒ کی زندگی کے آخری دس سال بہت ہنگامہ خیز رہے۔ اس دوران میں قائد اعظمؒ نے حصول پاکستان کے لیے چومکھی لڑائی لڑی۔ ایک طرف اغیار کی ریشہ دوانیاں تھیں تو دوسری طرف اپنوں کی شدید تر مخالفت۔ انگریز حکومت نے اپنی ہمدردی کا تمام وزن کانگریس کے پلڑے میں ڈال دیا تھا۔ ان سالوں میں قائداعظمؒ کی سیاسی مصروفیات اپنے نقطۂ عروج کو چھو رہی تھیں۔ انھیں اپنے آرام کے لیے بہت کم وقت مل رہا تھا۔ جان لیوا بیماری الگ اپنا بھیانک منہ کھولے کھڑی تھی۔ لیکن قائداعظمؒ جانتے تھے کہ اگر وہ بیماری سے زیر ہو کر بستر نشیں ہو گئے تو مسلمان قوم کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ تخلیق پاکستان کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی تکلیف کے احساس کو ایک طرف اٹھا رکھا اور قوم کی راہنمائی کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔

ان حالات میں محترمہ فاطمہ جناحؒ کا وجود نا تو اں نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ نے اس مشکل وقت میں حتی الامکان کوشش کی کہ قائداعظمؒ کے آرام کا خیال رکھا جائے اور ان کے سیاسی بوجھ کو بھی کسی حد تک کم کیا جائے۔ دوسری طرف قائداعظمؒ کی صحت تیزی سے ساتھ چھوڑتی جارہی تھی۔ ایک طرف ان کے تن نازک میں لاغری بڑھ رہی تھی تو دوسری طرف ان کے حوصلے اور ہمت پر شباب آ رہا تھا۔ ان کے معمولات پہلے ہی کی طرح تروتازہ تھے۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ اس کیفیت کو بہت قریب سے دیکھ رہی تھیں۔ انھیں جہاں غلامی کی تاریکی چھٹتی ہوئی اور آزادی کا سویرا طلوع ہوتا نظر آ رہا تھا وہاں اپنے عظیم بھائی کی گرتی ہوئی صحت کے پس منظر میں غم واندوہ کی تاریک وادی بھی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اس تمام صورت حال سے بہت متفکر تھیں اور بار بار بھائی کو آرام کی تاکید کرتیں۔ ایسے میں قائداعظمؒ کا جواب ہوتا:

''فاطمہ کیا تم نے کبھی یہ سنا ہے کہ ایک جرنیل چھٹی پر چلا جائے جبکہ اس کی

فوج اپنی بقا اور سلامتی کی جنگ میں مصروف ہو''۔۳۰؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ قائداعظمؒ کے جواب سے وقتی طور پر مطمئن ہونے کے بعد چند ہی دنوں میں پھر پریشان ہو جاتیں۔ وہ قائداعظمؒ کی ہر ممکن مدد کرتیں، ان کے آرام کے متعلق فکرمند رہتیں، ان کے سیاسی دوروں میں شریک کار ہوتیں لیکن اس کے باوجود ہمہ وقت قائد اعظمؒ کی بگڑتی ہوئی صحت کے پیش نظر انھیں تنبیہ کرتی رہتیں۔ ایسے میں قائداعظمؒ بہن کی تسلی کے لیے کہتے:

''ایک شخص کی صحت کا کیا فائدہ۔ جب مجھ سے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی قسمت وابستہ ہے''۔۳۱؎

اس صورت حال میں محترمہ فاطمہ جناحؒ اپنی تمام تر توانائی اور توجہ کا محور قائداعظمؒ کی ذات کو بنا چکی تھیں۔ ان کی پوری کوشش ہوتی کہ قائداعظمؒ کے سفر کے دوران میں ان کے آرام وسکون کا خیال رکھا جائے۔ گھر میں ان کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ ماحول میسر ہو۔ ان کی خوراک کا مناسب اور معیاری بندوبست کیا جائے۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اپنے آرام کو پس پشت ڈال کر پوری کوشش کی کہ قائداعظمؒ کی شریک سفر رہیں۔ ۱۹۴۱ء میں ایک مرتبہ قائداعظمؒ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے بمبئی سے مدراس جا رہے تھے۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ بھی ان کی شریک سفر تھیں۔ آپ نے بتایا کہ ریل گاڑی میں قائداعظمؒ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ وہ اٹھے تو طبیعت خراب ہونے کے باعث راستہ ہی میں گر گئے۔ میں نے فوراً سہارا دے کر انھیں اٹھایا اور خیریت پوچھی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ خوش قسمتی سے گاڑی جلد ہی کسی سٹیشن پر ٹھہری جہاں ہزاروں مسلم لیگی اپنے قائد کا استقبال کرنے کے لیے کھڑے تھے اور قائداعظمؒ زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور زور سے چلا کر کہا کہ زیادہ شور نہ کریں کیونکہ قائداعظمؒ تھکان اور بخار کی وجہ سے بستر پر ہیں۔ دوڑ کر ڈاکٹر لے آئیں۔ چند ہی لمحوں میں ڈاکٹر حاضر ہوا۔ اس نے

معائنہ کے بعد کہا کہ فکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا نبض گر گئی تھی۔ ۳۲؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ کا ساتھ قائداعظمؒ کے لیے تاریک رات میں کسی جگنو سے کم نہ تھا۔ قائد کی کٹھن اور تھکا دینے والی زندگی میں آپ ایک میٹھے اور ٹھنڈے چشمے کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ایک اور واقعہ جس کا تذکرہ بھی خود محترمہ فاطمہ جناحؒ کرتی ہیں:

> ''ہم ۱۹۴۰ء میں بمبئی سے دہلی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے۔ کچھ دنوں سے قائداعظمؒ کو بخار کی شکایت تھی۔ قائداعظمؒ نے کھانا کھایا اور بستر پر لیٹ گئے۔ اچانک انھوں نے اونچی اونچی آہیں بھرنا شروع کر دیں جیسے کسی آدمی کو گرم لوہے کی سلاخ سے چھوا جائے۔ میں اسی لمحے ان کے پاس پہنچی اور تکلیف کی وجہ دریافت کی تو قائداعظمؒ نے ہاتھ کے اشارے سے درد کی جگہ نشاندہی کی۔ درد کی شدت سے ان کی قوت اظہار جواب دے چکی تھی۔ میں نے درد کی جگہ ہاتھ لگایا مگر نا امید ہو کر اگلے سٹیشن کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ اگلے چند لمحوں میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تو میں نے گارڈ کو بلوایا اور گرم پانی کی بوتل لانے کو کہا نیپکن میں لپیٹ کر بوتل کو درد کی جگہ پر رکھا جس سے درد میں کچھ کمی محسوس ہوئی''۔ ۳۳؎

یہ کس قدر خوش قسمتی کی بات ہے کہ تحریک پاکستان کی دشوار گزار شاہراہ پر رہبر کارواں کی شریک سفر محترمہ فاطمہ جناحؒ جیسی جانثار اور بے لوث ہستی تھی جس نے قائد کی راہ کے کانٹے اپنی پلکوں سے چنے۔ اگر محترمہ فاطمہ جناحؒ قائدؒ کی رفیق نہ ہوتیں تو قائدؒ کی صحت اور ان کی کٹھن سیاسی جنگ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاید منزل کا حصول ممکن نہ ہوتا کیونکہ قائداعظمؒ کی یک وتنہا جان ہی اغیار کی ریشہ دوانیوں کے درمیان حائل تھی۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کی انھی عظیم خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قائد کو کہنا پڑا:

''میں جب کسی اندیشے میں گرفتار ہوا اور ذہنی پریشانی نے مجھے گھیر لیا تو فاطمہ نے مجھے حالات کے طوفان سے بچا کر ڈھارس دی اور ہر لمحہ مجھے حوصلہ عطا کیا۔اور میری ہمت بڑھاتی رہی اور میری صحت کا خیال رکھا''۔ ۳۴؎

۱۹۴۳ء میں جب ایک خاکسار نے قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ کیا تو اس حملہ میں آپ نے نحیف ونزار ہاتھوں سے کس حوصلہ اور پامردی سے اپنا دفاع کیا اور حملہ آور کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کے حملہ کی شدت کو کم تر کر دیا۔اس کے باوجود آپ کی ٹھوڑی اور ہاتھ زخمی ہو گئے ۔حملہ کے فوراً بعد جولوگ قائداعظمؒ کے پاس پہنچے ان میں محترمہ فاطمہ جناحؒ بھی شامل تھیں ۔اس موقع پر آپ نے اپنے حواس بحال رکھے اور بہت حوصلہ سے بھائی کو طبی امداد بہم پہنچائی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا تو محترمہ فاطمہ جناحؒ بھی قائداعظمؒ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے پاکستان منتقل ہوگئیں۔اس موقع پر آپ نے تاریخی بات کہی کہ:

''میں غلامی کی تیرہ وتار رات میں اس دیس سے گئی اور آزادی کی درخشاں صبح کا پیغام لے کر واپس آئی''۔ ۳۵؎

آزادی کی درخشاں صبح اپنے باطن میں پرآشوب حالات لیے ہوئے تھی۔لاکھوں لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنی آرزوؤں کی سرزمین دیکھنے کو بے تاب تھے۔یہ لٹے پٹے لوگ قافلوں کی شکل میں پاکستان پہنچنا شروع ہو گئے ۔حالات بہت ابتر ہو چکے تھے، بے شمار لوگ راہِ وطن میں قربان ہو چکے تھے۔ بچے یتیم اور عورتیں بیوہ و بے اولاد ہو چکی تھیں ۔اس زمانہ میں بھی محترمہ فاطمہ جناح، قائدؒ کے ہمراہ سینہ سپر ہوگئیں۔مہاجرین کے لٹے پٹے قافلوں کو آباد کرنے اور مصیبت زدوں کی ڈھارس کے لیے آپ نے دن رات ایک کر دیا۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظمؒ کی مصروفیات میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوگیا۔ان کی فرصت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قائداعظمؒ کی صحت مزید گرتی چلی

گئی۔ پاکستان تو بن گیا لیکن اہل پاکستان پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی۔ ایک نوزائیدہ مملکت اور لاکھوں دکھڑے۔ بے سروسامانی کا عالم، لاکھوں کی تعداد میں مہاجرین کی آمد، خواتین کی بے حرمتی، کشمیر اور حیدرآباد دکن پر بھارت کی یورش کے خطرات، اتنی ذمہ داریوں اور تفکرات نے قائد کی رہی سہی صحت کو بھی برباد کر دیا لیکن اس کے باوجود انھوں نے ہمت نہ ہاری اور پاکستان بھر میں دُکھی لوگوں تک پہنچے اور اپنی تقاریر کے ذریعے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ ان حالات میں نہ صرف مہاجرین کی آبادکاری کی بھاری ذمہ داری سے نبرد آزما تھیں بلکہ قائد کے ساتھ ان کے دوروں میں بھی شریک تھیں۔ ان کی گرتی ہوئی صحت کا خیال پہلے سے زیادہ توجہ کا متقاضی تھا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے حالات کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر اپنی تگ و دو بڑھا دی۔ پہلے سے زیادہ جاں فشانی اور تن دہی سے قائداعظمؒ کی گرتی ہوئی صحت کا خیال رکھنے لگیں لیکن دوسری طرف قائداعظمؒ کے دوش بدوش قوم کی راہنمائی اور تعمیر وطن سے بھی غافل نہ رہیں۔

قیام پاکستان کے فوری بعد ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء کو روز نامہ ڈان کے ذریعے خواتین کو حصول علم اور خدمت خلق کی تلقین کی، آپ نے کہا:

''قومی تعمیر کے اور بھی کئی شعبے ہیں جن میں خواتین اہم حصہ لے سکتی ہیں۔ مثلاً معاشرتی بہبود، طبی امداد، بہبودی اطفال اور حفظان صحت وغیرہ۔ بعض لوگوں کو یہ شعبے غیر اہم نظر آتے ہیں حالانکہ یہ بہت اہم ہیں کیونکہ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر کسی قوم کا مستقبل تعمیر ہوتا ہے''۔۳۶؎

اس کے فوری بعد محترمہ فاطمہ جناحؒ نے ۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سے اپنے مشاہدات بیان کیے:

''میں نے لاہور آنے کے بعد مہاجرین کے مختلف کیمپوں، ہسپتالوں، یتیم خانوں اور زنانہ مراکز دستکاری کا بچشم خود معائنہ کیا ہے اور دکھے ہوئے

دل کے ساتھ ان مصیبتوں اور سختیوں کا حال سنا ہے جو بے شمار عورتوں اور بچوں پر گزری ہیں۔ ہم ان مصائب اور حوادث کے مقابلے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ہم پر یہ ساری مصیبتیں اچانک ٹوٹ پڑیں۔ ہم اپنی مملکت کی تاریخ کے ایک نہایت اہم دور سے گزر رہے ہیں۔ ہم نے تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے۔ آیئے عہد کریں کہ ہم اس مملکت کی بقا کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے''۔ ۳۷؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ نہ صرف اپنی تقاریر کے ذریعے قوم کی راہنمائی پر مامور رہیں بلکہ انھوں نے اپنے عمل کے ذریعے بھی ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی۔ خواتین کو معاشرتی بہبود پر آمادہ کرنے کے لیے مسلمان خواتین کی ایک کمیٹی بنائی جس کا کام مہاجرین کی بحالی میں معاون ہونا تھا۔ اس سلسلے میں فروری ۱۹۴۸ء میں اپنی اور خواتین کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا:

''۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو پاکستان عالم وجود میں آیا تھا تو ہمارے دشمنوں نے اچانک مگر منظم طریقے پر دھاوا بول دیا۔ ہندوستان کے ایک کثیر طبقہ کو اس طرح ظلم و ستم کا نشانہ بنایا کہ انسانیت کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں۔ اس کے ساتھ ہی پناہ گزین پاکستان میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ جب ان اندوہ ناک واقعات کی خبریں کراچی پہنچیں تو ہر طبقہ کے لوگ غم میں ڈوب گئے۔ ان کی تکالیف رفع کرنے کے لیے سربرآوردہ مسلمان خواتین کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اسی شام گورنمنٹ گارڈن میں ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا جس میں میری اپیل پر تقریباً سات ہزار روپے چندہ جمع ہوا''۔ ۳۸؎

ریلیف فنڈ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا:

''۳ہزار روپیہ کی ادویہ پنجاب بھیجی گئیں۔ مہاجرین کے لیے ڈرگ روڈ پر ایک کینٹین کھولی گئی۔ خوراک ڈبوں میں بند کرکے دہلی کے مہاجر کیمپوں کو روانہ کی، ہماری اراکین روزانہ دو مرتبہ ٹرانزٹ کیمپ جا کر عورتوں اور بچوں کو کپڑے دیتی اور ان کی راہنمائی کرتی ہیں۔ جب کراچی کے کیمپ بھر گئے تو ہم نے مہاجرین کی رہائش اور صحت وغیرہ کی دیکھ بھال کے لیے معائنہ ٹیمیں مقرر کر دیں''۔۳۹؎

عجیب سوگوار فضا تھی، ابھی آزادی کی ترنگ جوان ہی تھی کہ مہاجرین کی دکھ بھری داستانوں نے پر ملال ماحول طاری کر دیا۔ پوری قوم اس سانحہ پر دل گرفتہ تھی۔ قائداعظمؒ الگ رنجیدہ خاطر تھے۔ ایسے میں محترمہ فاطمہ جناحؒ آگے بڑھیں اور قائداعظمؒ کے دست راست کے طور پر مہاجرین کی اشک شوئی کا بیڑہ اٹھایا۔ ریلیف کمیٹی کا امدادی حساب کتاب پیش کرتے ہوئے کہا:

''خواتین کی ریلیف کمیٹی کے فنڈ میں مختلف ذرائع سے ایک لاکھ تیس ہزار چھ سو اٹھانوے روپے جمع ہوئے جس میں سے اٹھانوے ہزار آٹھ سو روپے قائداعظمؒ ریلیف فنڈ میں دیئے گئے۔ دو ہزار روپے کی اون خرید کر سویٹر بنے گئے۔ جنوری ۱۹۴۸ء کے شروع تک سات سو اُونی کمبل، دو ہزار گرم کپڑے، سات سو اُونی سویٹر تین سو واسکٹیں، دو سو نوے عام کمبل اور تین سو لحاف لاہور بھیجے گئے۔ سندھ میں ۱۳۷۵ کمبل، ۵۰ لحاف، ۶۰۰ واسکٹیں، ۱۷۰۰ اونی اور سوتی سویٹر اور ۱۱۲۷۸ ملے جلے کپڑے تقسیم کیے گئے۔ پھر مغربی پنجاب میں جاڑا قریب آنے پر ورک پارٹیوں کی مدد سے ۱۱ ہزار لحاف تیار کر کے پنجاب بھیجے''۔۴۰؎

مغربی پاکستان کی طرح مشرقی پاکستان میں مہاجرین کی بحالی اور امدادی سرگرمیاں

جاری تھیں۔ مشرقی پاکستان میں مہاجرین کی تباہ حالی کے مسائل کے ساتھ دشمن کی طرف سے منفی پراپیگنڈہ بھی جاری تھا۔ وہ قیام پاکستان سے مایوس ہو کر اب اسے اندر سے نقصان پہنچانے کے درپے تھا۔ ایسے میں بنگالی اور غیر بنگالی کے درمیان تفریق پیدا کر کے اردو اور بنگالی زبانوں کا جھگڑا شروع کرنے کی کوشش کی گئی۔ لوگوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہندوستان جلد ہی مشرقی پاکستان پر حملہ کرنے والا ہے اور ایسے میں مغربی پاکستان دور ہونے کی بنا پر اس کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ اس سے پہلے کہ دشمن کی مذموم حرکتوں کو پذیرائی اور کامیابی ملتی قائداعظمؒ نے مشرقی پاکستان پہنچ کر ایک بڑی آفت کو پلٹ دیا۔ آپ نے نو دن کا طویل دورہ کر کے نہ صرف لوگوں کو حوصلہ دیا بلکہ صوبائی اور لسانی تعصب کی بھی بیخ کنی کی۔ آپ نے برملا کہا کہ پاکستان کی سرکاری زبان صرف اور صرف اردو ہوگی۔ آپ نے کہا کہ مغربی اور مشرقی پاکستان میں کوئی جغرافیائی دوری نہیں ہے کیونکہ اہل وطن اسلام کے پیرو کار ہیں اور اسلام کے پیرو ایک قوم ہیں خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ اس نازک موقع پر بھی قائداعظمؒ کے شانہ بشانہ کھڑی تھیں۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء کو آپ نے ڈھاکہ میں زنانہ مسلم لیگ کے سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے مشرقی اور مغربی پاکستان کی تفریق مٹانے پر زور دیا اور کہا کہ اس سلسلے میں دونوں حصوں کی خواتین کے وفود کو باہمی دورے کرنے چاہییں۔ ۲۶ مارچ کو چٹاگانگ میں خواتین سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''آپ پر لازم ہے کہ مزید وقت ضائع کیے بغیر سماجی بہبود کے کام شروع کر دیں۔ ابتدا معمولی ہی کیوں نہ ہو مگر ضرور ہونی چاہیے''۔ [۴۱]

محترمہ فاطمہ جناحؒ کی ہمہ جہت شخصیت جہاں قائداعظمؒ کے ساتھ سیاسی محاذ پر معاون تھی وہاں سماجی اور معاشرتی لحاظ سے بھی آپ کی کوششیں جاری و ساری تھیں۔ مشرقی پاکستان ہی میں ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ ریڈیو سے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''پاکستان کو بہت بڑی تعداد میں سماجی کارکنوں، استانیوں، لیڈی ڈاکٹروں اور نرسوں کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ خواتین وطن کی حفاظت کے لیے حربی فنون کی تربیت حاصل کریں''۔۴۲؎

آگے چل کر قوم کو خبردار کرتی ہیں:

''دشمن اس کوشش میں ہیں کہ اختلاف پیدا کر کے نزاعی مسائل کو ہوا دے کر ہمارے اتحاد کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں۔ آپ متحد رہیں اور اپنے مقصد سے انحراف نہ کریں''۔۴۳؎

قائداعظمؒ جب مشرقی پاکستان میں صوبائی ولسانی تعصب کی بیخ کنی کر چکے تو مغربی پاکستان کے عوام میں اخوت و یگانگت کی شمع فروزاں کرنے کے لیے سرگرم ہوئے۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ اس موقع پر بھی قائد کی رفیق خاص تھیں۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں آپ نے زنانہ مسلم لیگ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کے سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''اب یہ سوال ہمارے سامنے ہے کہ ملک کی بنیادیں کیسے مضبوط کی جائیں؟ یاد رکھیے خواتین اقتصادی تعلیمی اور اخلاقی معاملوں میں بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس روپے پیسے کی کمی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ چھوٹے پیمانے پر کام شروع کر دیں اور آہستہ آہستہ اسے بلندیوں پر پہنچا دیں''۔۴۴؎

آپ نے ۱۸/اپریل ۱۹۴۸ء کو پشاور کی خواتین سے مخاطب ہو کر کہا:

''پاکستان کی تعمیر میں آپ کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہییں۔ تعلیمی، معاشرتی شعبوں میں آگے بڑھنا چاہیے۔ آپ چاہیں تو بہت کچھ کر سکتی ہیں''۔۴۵؎

کسی بھی قوم کی ترقی اور خوشحالی کا راز اس کے نونہالوں کی اچھی صحت اور تربیت پر منحصر

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قومیں اس معاملے میں احتیاط سے کام لیتی ہیں وہ سرخ رو ہوتی ہیں۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کی بصیرت سے یہی توقع تھی کہ آپ قوم کے نونہالوں کی بہبود پر بروقت متوجہ ہوں گی اور ایسا ہی ہوا۔ روشن خیال اور دور اندیش خاتون نے ۲۴ مئی ۱۹۴۸ء کو شعبہ اطفال اقوام متحدہ کے لیے چندہ جمع کرنے کے لیے قوم سے اپیل کرتے ہوئے کہا:

''یہ ہزارہا بچے جنھوں نے شدید مصائب برداشت کیے ہیں عظیم مملکت پاکستان کی امید اور مستقبل کے وارث ہیں۔ ہمیں ان بچوں کی پکار کا جواب دینا چاہیے آپ کی مدد سے یہ بچے ایک نئی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں''۔۴۶؎

اسی طرح جون ۱۹۴۸ء میں کوئٹہ ریزیڈنسی میں خواتین سے مخاطب ہو کر کہا:

''آپ کو چاہیے کہ بیوہ اور مفلوک الحال خواتین کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں مدد دیں۔ یتیم خانوں، زچہ خانوں اور صحت گاہوں کے قیام پر توجہ دیں۔ آپ غالباً وہی پرانی آواز بلند کریں گی کہ ہمارے پاس روپیہ پیسہ نہیں۔ یہ بات صحیح نہیں، رقم کا انتظام تو کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایک ایسی جماعت تیار کریں جو بے غرضی اور پوری تن دہی سے کام کرے۔ ہمارا ملک نہایت نازک حالات سے گزر رہا ہے۔ اسے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ یہ بے غرضی اور شخصی ایثار کی ساعت ہے۔ ستانے اور آرام کرنے کا موقع نہیں''۔۴۷؎

ادھر محترمہ فاطمہ جناحؒ پوری تن دہی اور جاں فشانی سے اتحادِ ملت اور تعمیرِ وطن میں منہمک تھیں تو ادھر بابائے قوم کی صحت تیزی سے جواب دے رہی تھی۔ ۱۹۴۸ء میں جب قائد اعظمؒ کی صحت تیزی سے گرنے لگی تو آپ کوئٹہ تشریف لے گئے۔ عزیز اور جاں نثار بہن بھی آپ کے ہمراہ تھی۔ یہاں بہن نے ایک بہترین نرس کی ذمہ داری بھی احسن انداز میں نبھائی۔

ڈاکٹر ریاض علی شاہ رقم طراز ہیں:

''محترمہ فاطمہ جناحؒ اپنے محبوب بھائی کی تیمارداری میں بڑی دلچسپی لیتی تھیں۔ وہ کئی کئی راتیں اور دن جاگ کر گزار دیتی تھیں اور دن رات پورے انہماک سے قائداعظمؒ کی تیمارداری میں مصروف رہتیں انھوں نے اپنی نیند اپنا چین اور اپنا آرام سب کچھ بھائی کے لیے وقف کر رکھا تھا''۔۴۸۔

قائداعظمؒ کو یہاں بھی مناسب آرام میسر نہ آسکا۔ امورمملکت سلجھانے میں دن رات منہمک رہے۔ دوسری طرف قائداعظمؒ کے معالجین ان کی بگڑتی ہوئی صحت پر سخت پریشان تھے۔ بھائی کی دیکھ بھال کی تمام تر ذمہ داری محترمہ فاطمہ جناحؒ کے ناتواں کاندھوں پر تھی۔ وہ پورے استقلال کے ساتھ اپنے فرائض نبھارہی تھیں۔ انھوں نے اپنے آرام کو تیاگ دیا تھا۔

کرنل الٰہی بخش لکھتے ہیں:

''نرس سے معلوم ہوا کہ محترمہ فاطمہ جناحؒ ساری رات جاگتی اور اپنے بھائی کے کمرے میں بار بار جھانکتی تھیں کہ بے چینی بڑھ گئی ہے تو خود آ کر آکسیجن دے جاتی تھیں۔ ان کی اس محبت اور خدمت کے پاکیزہ جذبہ نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ دبلی پتلی ہونے کے باوجود کس طرح وہ مسلسل دن رات تیمارداری کے سخت فرائض انجام دے رہی تھیں''۔۴۹

اسی دوران میں جب قائداعظمؒ کے مرض کی شدت میں مزید اضافہ ہوا تو فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو کوئٹہ سے چند میل کے فاصلہ پر زیارت منتقل کر دیا جائے۔ زیارت میں قائداعظمؒ کے ایک اے ڈی سی لیفٹیننٹ مظہر احمد بھی آپ کے ساتھ رہے، وہ لکھتے ہیں:

''محترمہ فاطمہ جناحؒ جو برسوں سے اپنے بھائی کی واحد غمگسار اور رفیق کار

تھیں، جس طرح اس بیماری میں ان کی خدمت اور تیمارداری کر رہی تھیں وہ ایک بہن ہی کا حصہ ہے۔ اکثر یوں ہوتا کہ وہ قائداعظمؒ کی دیکھ بھال میں یا ان سے باتیں کرتے ہوئے اور انھیں کچھ پڑھ کر سناتے ہوئے کئی کئی راتیں جاگ کر گزار دیتیں۔ قائداعظمؒ کو اپنی بہن سے جس قدر محبت تھی بہن نے بھی اس کا حق ادا کر دیا''۔۵۰؎

لیکن اس کے باوجود قائداعظمؒ کی صحت کے امکانات مخدوش تر ہوتے جا رہے تھے۔ پھیپھڑوں پر ورم کے ساتھ ساتھ فشار خون بھی کافی گر چکا تھا۔ ڈاکٹر باہمی مشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ زیارت کی آب و ہوا قائداعظمؒ کے لیے زیادہ مفید نہیں ہے لہٰذا ۱۳ ؍اگست ۱۹۴۸ء کو انھیں واپس کوئٹہ لایا گیا۔

کوئٹہ آنے کے بعد محترمہ فاطمہ جناحؒ زیادہ سرگرمی سے مصروفِ عمل ہوگئیں۔ اب نگرانی اور تیمارداری میں اضافہ ہوگیا تھا۔ قائداعظمؒ کی صحت اور غذا پر کڑی نظر رکھتیں۔ ڈاکٹروں کے مشورے پر سختی سے عمل درآمد ہوتا۔ قائداعظمؒ نے دیکھا کہ محترمہ فاطمہ جناحؒ دن رات کی مسلسل نگہداشت کی بنا پر تھک گئی ہیں تو آپ کے اصرار پر ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش نے ایک نرس کا انتظام کر دیا۔ نرس کے ہوتے ہوئے بھی محترمہ فاطمہ جناحؒ نے ایک لمحہ آرام نہ کیا۔ وہ ہر وقت بھائی کی تیمارداری اور دل جوئی میں مگن رہتیں۔ روز بروز آپ کا انہماک بڑھتا گیا۔ نرس مسز تھینیل محترمہ فاطمہ جناحؒ کی استقامت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

''محترمہ فاطمہ جناحؒ ۲۴ گھنٹے اپنے بھائی کی تیمارداری کے لیے حاضر و مستعد رہتی تھیں۔ بھائی کا کھانا وہ اپنی نگرانی میں پکواتیں اور خود اپنے سامنے کھلاتیں۔ میرے کام کی نگرانی بھی محترمہ فاطمہ جناحؒ خود ہی کرتی تھیں۔ وہ صفائی اور حفظانِ صحت کے اصولوں کی سخت پابند تھیں۔ جب بھی میں قائداعظمؒ کا درجہ حرارت معلوم کرنے کے لیے ان کے قریب جاتی، وہ

فوراً آجاتیں اور اپنی نگرانی میں میرے ہاتھ اچھی طرح دھلواتیں۔ اس کے بعد تھرمامیٹر کو ہاتھ لگانے یا قائداعظمؒ کی نبض کی رفتار گننے کی اجازت دیتیں''۔۵۱؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ نہ صرف قائداعظمؒ کی تیماری داری میں منہمک رہیں بلکہ انھوں نے آپ کے معاون خصوصی کے فرائض بھی احسن انداز میں نبھائے۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ قائداعظمؒ کی تمام ڈاک کا باقاعدہ مطالعہ کرتیں، ضروری فائلیں دیکھتیں اور ان کے اہم حصے آپ کو سناتیں۔ پھر قائداعظمؒ کی ہدایات سے ان کے ذاتی معتمد کو آگاہ کرتیں۔ جو نامور سیاسی شخصیات قائداعظمؒ کی مزاج پُرسی کے لیے آتیں ان سے پہلے خود ملاقات کرتیں پھر مناسب موقع دیکھ کر قائداعظمؒ سے ملاقات کا اہتمام کرتیں۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کی یہی خدمات تھیں جن کے پیش نظر قائداعظمؒ اکثر کہا کرتے تھے کہ فاطمہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس نے میری بڑی دیکھ بھال کی ہے۔ ان کی انھی خدمات کی بدولت قائداعظمؒ کو اللہ تعالیٰ نے مزید زندگی دی اور یوں مسلمانانِ ہند پاکستان جیسی مقدس اور عظیم مملکت کی نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ کی عظیم خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے کراچی کلب میں ۹ اگست ۱۹۴۷ء کو غلام حسین ہدایت اللہ کی طرف سے اپنے اعزاز میں دیے گئے ایک استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''جن دنوں میں برطانوی حکومت کے ہاتھوں کسی وقت بھی گرفتاری کی توقع تھی تو ان دنوں میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری ہمت بندھاتی تھی۔ جب حالات کے طوفان مجھے گھیر لیتے تو میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ تفکرات، پریشانیوں اور سخت محنت کے زمانہ میں جب گھر آتا تو میری بہن روشنی اور امید کی تیز شعاع کی صورت میں میرا خیر مقدم کرتی تھی۔ اگر میری بہن نہ ہوتی تو میرے تفکرات کہیں زیادہ ہوتے۔

میری صحت کہیں زیادہ خراب ہوتی۔ اس نے بے پروائی سے کام نہیں لیا، کبھی شکایت نہیں کی۔ میں آج ایسے واقعات کا انکشاف کرتا ہوں جو غالباً آپ نہیں جانتے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ ہمیں ایک عظیم انقلاب کا سامنا تھا۔ ہم گولیوں کی بوچھار میں حتیٰ کہ موت تک کے مقابلے کے لیے آمادہ اور تیار تھے۔ میری بہن نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ میرے شانہ بشانہ رہی۔ میری انتہائی معتمد رہیں اور مجھے سنبھالے رکھا''۔ ۵۲؎

قائداعظمؒ کے یہ ستائشی الفاظ محترمہ فاطمہ جناحؒ کی خدمات کا حاصل ہیں۔ ایک بہن نے صحیح معنوں میں بھائی کی رفاقت کا حق ادا کر دیا۔ قائداعظمؒ نے چہیتی بہن کی جو تربیت پانچ چھ برس کی عمر سے کی تھی شفیق بہن کی خدمات گویا اس کا نعم البدل تھیں۔ قائداعظمؒ کی صحت کے امکانات مزید کم ہوتے جا رہے تھے۔ ڈاکٹروں نے اندیشہ ظاہر کیا کہ کوئٹہ کی آب و ہوا بھی آپ کے لیے مضر اثرات مرتب کر سکتی ہے۔ سانس لینا دشوار تر ہوتا جا رہا تھا۔ اکثر آکسیجن کا استعمال کرنا پڑتا۔ ان دنوں میں محترمہ فاطمہ جناحؒ پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو چکا تھا۔ قائداعظمؒ کو کوئٹہ سے کراچی منتقل کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کراچی پہنچ کر آپ کی طبیعت مزید بگڑ گئی۔ موت سے نبرد آزمائی کے آخری لمحات محترمہ فاطمہ جناحؒ کے لیے جاں گسل تھے لیکن اس کے باوجود آپ حوصلہ اور ثابت قدمی سے آخر دم تک عظیم بھائی کی تیمارداری اور رفاقت نبھانے کے لیے سرگرم عمل رہیں۔ قائداعظمؒ کی جدو جہد سے عبارت اور استقامت سے جگمگاتی ہوئی زندگی کی شام تھی۔ آپ نے جانثار بہن کو سر کے اشارے سے قریب بلایا اور آہستگی سے کہا:

''فاطی ------ خدا حافظ ------ لا الٰہ اِلا اللہ ------ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ------ رسول اللہ ---''۔ ۵۳؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ صدمہ سے نڈھال دوڑتی ہوئیں ڈاکٹر کی طرف بھاگیں۔ڈاکٹر الٰہی بخش قائداعظمؒ کے قریب پہنچے، قائداعظمؒ کو دیکھا اور انتہائی لاچاری اور بے بسی سے دکھیاری بہن کو بتایا کہ اس کا عظیم اور دلارا بھائی اب دنیا میں نہیں رہا۔وہ عظیم ذمہ داری کی ادائیگی کے بعد سرخ رو و کامیاب عالم بقا کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ کی حالت غیر تھی۔ وہ اس جانکاہ صدمہ سے بمشکل ہی عہدہ برا ہو سکیں۔انھوں نے قائداعظمؒ کے انتقال کے بعد ایک برس تک مسلسل سیاہ ماتمی لباس پہنا اور اس دوران میں کسی سرکاری تقریب میں شرکت نہیں کی۔ ۵۴ ؎

اب محترمہ فاطمہ جناحؒ زندگی کی پچپن بہاریں دیکھ چکی تھیں۔ ان پچپن سالوں میں تقریباً نصف صدی قائداعظمؒ کی رفاقت میں گزری تھی۔آپ نے انتہائی دشوار گزار مرحلوں میں خوش اسلوبی سے قائداعظمؒ کا ساتھ نبھایا تھا۔قائداعظمؒ کا محبوب پاکستان معرض وجود میں آچکا تھا۔ اس تگ و دو میں محترمہ فاطمہ جناحؒ برابر کی شریک رہی تھیں۔اب قائداعظمؒ کی رحلت کے بعد ان کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری آپڑی تھی۔انھیں نہ صرف پاکستان کی بقا کی جنگ لڑنا تھی بلکہ اہل وطن کے دکھی دلوں کی ڈھارس بھی بننا تھا۔مایوس و درماندہ قوم کو پھر سوئے یقیں لانا تھا۔

❑❑❑

تعمیر پاکستان میں کردار

محترمہ فاطمہ جناحؒ حصول پاکستان کی جدوجہد میں خود کو وقف کرنے کے بعد اب تکمیل پاکستان کی کوششوں میں سرگرم عمل ہوگئیں۔ پاکستان وجود میں آتو گیا تھا لیکن نوزائیدہ پاکستان ابتدا ہی میں مشکلات اور مصائب میں گھر چکا تھا۔ اثاثوں کی تقسیم میں انتہا درجہ کی بد دیانتی، باؤنڈری کمیشن کی جانبدارانہ تقسیم، مہاجرین کی بے سروسامانی، کشمیر، ریاست جونا گڑھ اور حیدرآباد دکن پر بھارتی غاصبانہ تسلط، اس پر قائداعظمؒ کی اندوہ ناک وفات پر سوگوار اور مایوس قوم، اتنی بھاری ذمہ داری لیکن محترمہ فاطمہ جناحؒ نے ہمت نہیں ہاری۔ قائداعظمؒ کے بچھڑنے کے کچھ دن ہی بعد قوم کی راہنمائی کے لیے سینہ سپر ہوگئیں۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے قوم کو ایک ولولۂ تازہ دیا:

> ''برادرِ ملّت کی وفات سے نہ صرف مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے بلکہ قوم کو بھی نقصان عظیم پہنچا۔ اس زبردست المناک حادثہ پر قوم نے جس خلوص سے اظہار ہمدردی کیا ہے اس کے پیش نظر میں نے ضروری سمجھا کہ میں قوم سے مخاطب ہو کر تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کروں۔۔۔ میں خاص طور پر ان بے شمار عوام کی شکرگزار ہوں جن کے آنسو ابھی تک خشک نہیں ہوئے اور جنھوں نے انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر اپنے دلی رنج والم کا اظہار کیا۔ انھی کی ہمدردی نے غم کی اس تاریک ساعت میں میرا بار گراں ہلکا کردیا۔ رضائے الٰہی یہ نہ تھی کہ قیام پاکستان کے بعد قائداعظمؒ کا سایا ایک سال سے زیادہ ہمارے سروں پر رہتا۔ تاہم پاکستان کی بنیادیں اس طرح استوار ہو چکی ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت انھیں متزلزل نہیں کرسکتی۔ میں

آپ کو قائداعظمؒ کا وہ آخری پیغام یاد دلانا چاہتی ہوں جو انھوں نے جشن استقلال پاکستان کے موقع پر آپ کو بھیجا تھا۔جس میں انھوں نے کہا تھا کہ

''فطرت نے آپ کو سب کچھ دیا ہے۔آپ کے وسائل غیر محدود ہیں۔ پاکستان کی بنیادیں مستحکم ہو چکی ہیں۔اب تعمیر آپ کے ہاتھ میں ہے۔قدم بڑھاتے چلیے اور اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو''۔۵۵؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ خوشحال، مستحکم اور اسلامی روایات کے امین پاکستان کی، داعی تھیں۔ اپنی اسی تقریر میں آگے چل کر فرماتی ہیں:

''وقت کے تقاضے فوری اور اہم ہیں۔آپ کا فرض ہے کہ آپ پاکستان کو صنعتی اور اقتصادی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائیں۔ پاکستان ابھی عہد طفلی میں ہے لیکن یہ ہمیں بانی و معمار اعظمؒ کی جانب سے بطور ورثہ امانت ملی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسے اسلامی عظمت اور روایات کے شایانِ شان بنائیں گے اور ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لیے پائندہ یادگار قائم کریں گے اور ان کی زندگی ہمیشہ مشعل راہ کا کام دیتی رہے گی''۔۵۶؎

تعمیر پاکستان کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا:

''میری خدمات اب بھی قوم کی خدمت کے لیے اسی طرح وقف ہیں جس طرح پہلے تھیں میری کوشش یہی ہے کہ پاکستان کی تعمیر کا وہ مقصد ہمیشہ اپنے سامنے رکھوں جو میرے بھائی کو اس قدر عزیز تھا اور مجھے امید ہے کہ آپ میری اس کوشش میں میرے مددگار اور معاون ہوں گے''۔۵۷؎

محترمہ فاطمہ جناحؒ جو،اب اپنی بے لوث اور قابل قدر خدمات کے سبب اہل پاکستان سے خاتون پاکستان کا لقب پا چکی تھیں۔انھوں نے اپنی خدمات کے دائرہ کو مزید وسعت دی۔سماجی، تعلیمی ، دینی اور سیاسی محاذ پر تو وہ پہلے ہی سرگرم عمل تھیں لیکن اب قائداعظمؒ کی

رحلت کے بعد سیاسی میدان میں بھی امید وراہنمائی کا معتبر ذریعہ ثابت ہوئیں۔ خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناحؒ قائداعظمؒ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سے ۱۹۶۴ء تک عملی سیاست سے بالکل قطع تعلق رہیں سوائے ۱۹۵۴ء کے عام انتخابات میں جب مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ کے خلاف اے۔ کے فضل حق، حسین شہید سہروردی اور مولانا عبدالحمید بھاشانی نے متحدہ محاذ بنایا۔ اس اتحاد کے مقابلہ میں مشرقی پاکستان میں مسلم لیگی قیادت بالکل بے بس ہو چکی تھی۔ ایسے میں محترمہ فاطمہ جناحؒ جو قائداعظمؒ کے پاکستان اور آپ کی مسلم لیگ کی امین تھیں، میدان عمل میں نکلیں اور عملی طور پر سیاست میں حصہ لیا، آپ نے مشرقی پاکستان کے دورے میں عوام کے اجتماعات سے خطاب کیا اور عوام پر زور دیا کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد برقرار رکھیں اور مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں، جس نے پاکستان حاصل کیا تھا۔

خاتون پاکستان حقیقی جمہوریت اور عوام کی بے لوث خدمت کی قائل تھیں۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کی زندگی کا نصب العین تعمیر پاکستان ٹھہرا تھا۔ اس سلسلے میں نوجوان مرد و زن آپ کی توجہ کے خصوصی مرکز تھے۔ نومبر ۱۹۴۸ء میں آل پاکستان مسلم یوتھ کنونشن کراچی سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''ٹھیک ایک سال قبل میں نے پاکستانی نوجوانوں اور نوجوان خواتین ہر دو سے اپیل کی تھی کہ وہ آگے بڑھیں اور اس نوعمر مملکت کی تعمیر میں حصہ لیں۔ مجھے آج اس تمنا کی تکمیل ہوتے ہوئے دیکھ کر مسرت ہو رہی ہے''۔۵۸؎

آپ نوجوانوں سے بہت پر امید تھیں اور چاہتی تھیں کہ وہ آگے بڑھیں اور تعمیر مملکت میں اہم کردار ادا کریں۔ اسی تقریر میں آگے چل کر فرماتی ہیں:

> ''مجھے اس کی بڑی آرزو ہے کہ ہمارے آج کے نوجوان اپنے آپ کو اس طرح ڈھالیں کہ وہ مملکت کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کر سکیں۔ حصول پاکستان سے قبل نوجوانان ملک کو اپنے نصب العین کے

حصول کے لیے بڑی سخت جدو جہد کرنا پڑی تھی۔اب کہ آزادی مل چکی ہے۔آپ کو بھاری ذمہ داریوں کا بوجھ برداشت کرنا اور تمام توانائیوں کو تعمیر قومی کے ایک باقاعدہ پروگرام کی تربیت کی طرف مبذول کر دینا چاہیے''۔۵۹؎

خاتون پاکستان جمہوری ذہن و دل کی حامل خاتون تھیں۔قائداعظمؒ کی رفاقت میں آپ نے جمہوری اندازِ فکر کی تربیت حاصل کی تھی لہٰذا آپ نوجوانوں سے بھی یہی توقع کرتی تھیں۔متذکرہ تقریر ہی میں آپ نے کہا:

''میں نے آپ کے اس منشا کو بھی نوٹ کیا ہے کہ پاکستان کی بنیاد جمہوریت کے اصولوں پر ہونی چاہیے۔اس لفظ کو بہت کم لوگ صحیح معنوں میں سمجھتے ہیں۔ جمہوریت عوام میں ذہنی، تہذیبی، اقتصادی اور جسمانی یکسانیت کا مطالبہ کرتی ہے۔جہاں عوام کی حکومت،عوام سے حکومت اورعوام کے لیے حکومت کا مطالبہ کیا جائے جس میں مساوات اور عدل کی بنیاد پر ہر شخص کو ترقی کے یکساں مواقع مل سکتے ہوں اور جہاں ایک شخص اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دوسرے شخص کو اپنے اغراض کا شکار نہیں بنا سکتا۔اصلی جمہوریت کے لیے ضروری ہے کہ عوام اپنے آپ کو اس طرح تیار کر لیں کہ وہ صرف ایسے اشخاص کو منتخب کریں جنھوں نے عوام کی سچی خدمت کی ہو''۔۶۰؎

آج ہمیں شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا ہے کہ جن ممالک نے خود کو اقتصادی لحاظ سے مستحکم کیا ہے وہ نہ صرف خوشحال معاشرے کے امین ہیں بلکہ بین الاقوامی رائے عامہ پر بھی مؤثر طریق پر اپنے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔خاتون پاکستان کی بصیرت کا اندازہ ہو کہ آپ پاکستان کے ابتدائی دنوں میں اس اہم نکتہ کی طرف راہنمائی کر رہی ہیں۔

نومبر ۱۹۴۸ء ہی کی تقریر میں ارشاد فرماتی ہیں:

''خوش قسمتی سے قدرت نے پاکستان کو ہر قسم کی خام اشیا وافر تعداد میں عنایت فرمائی ہیں لیکن ہماری دولت کی کثیر تعداد زیر زمین دفن ہے۔ اپنی اقتصادی ترقی کی رفتار تیز تر کرنے کے لیے ہمیں ایک وسیع اقدام کرنا چاہیے۔ تاوقتیکہ ہم اپنے تمام وسائل کا جائزہ نہ لے لیں اور جدید ترین طریقوں سے استفادہ نہ کریں، یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنی صنعتی ترقی کی رفتار کو تیز تر کر سکیں جس پر ہماری خوشحالی کا دارومدار ہے''۔۶۱؎

پاکستان کو ایک مثالی فلاحی ریاست بنانے کا خواب قائداعظمؒ کی اولین ترجیح تھا۔ یہی خواب خاتون پاکستان کی امیدوں کا محور تھا۔ آپ کے نزدیک پاکستان ایک اسلامی مملکت تھا جس کا مقصد صحت منداسلامی معاشرہ کو پروان چڑھا کر اسلامیان پاکستان کو اسلامی اصولوں اور ضوابط سے مستفید کرنا تھا۔ آپ ایک ایسے پاکستان کی تمنائی تھیں جو اقتصادی، سائنسی اور اخلاقی طور پر مستحکم ہو اور اقوام عالم بالخصوص عالم اسلام کی راہنمائی وخدمت سرانجام دے۔ خاتون پاکستان اپنی اسی جامع تقریر میں آگے چل کر کہتی ہیں:

''ہمیں حقائق سے مقابلہ اور اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو منظم، متحد ومربوط کر کے ایک مضبوط تربیت یافتہ قوم کی طرح ترقی کی طرف تیز رفتاری سے آگے بڑھنا چاہیے۔ اپنی سوسائٹی کو صحت بخش اسلامی اصولوں پر منظّم کرنا اور اپنی مملکت کو قائداعظمؒ کی تمنا کے مطابق دنیا کی ایک زبردست مملکت بنانے کے راستے میں جو بھی مزاحمتیں ہوں انھیں فی الفور دور کرنا چاہیے۔ پاکستان کو اور عام طور پر دنیا کی اور خاص طور پر عالم اسلام کی بڑی خدمت کرنا ہے''۔۶۲؎

اپنے اسی خطاب میں اسلام کی درخشاں تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے نوجوانوں کو سعی وعمل

کی تلقین کی:

''یہ نوجوانوں ہی کا کام ہے کہ وہ قوم کی بے غرضانہ خدمت کے لیے میدان عمل میں کود پڑیں اور درخشاں تاریخ اسلام میں اپنے سنہری ابواب کا اضافہ کریں۔ بدنیتی، رشوت، اقربا پروری زمانہ ماضی کی یادگاریں ہیں ان کے زہریلے اثرات سے مملکت کو محفوظ رکھنے کی غرض سے ان کی جڑ بنیاد فوراً اکھیڑ دی جانی چاہیے''۔ ۶۳ ۔

ایک اور موقع پر دسمبر ۱۹۴۸ء کو ریڈیو پاکستان کراچی سے تقریر کرتے ہوئے ایسے ہی خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے عزائم میں متزلزل نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی فرائض میں کوتاہی کریں گے اور نہ پاکستان کو سابقہ اسلامی تاریخ، عظمت اور روایات کے شایان شان ایک مضبوط اور طاقتور مملکت بنانے کے فرض سے غفلت برتیں گے''۔ ۶۴ ۔

کسی معاشرے کی تہذیبی، معاشی اور اخلاقی ترقی کا دارومدار براہ راست معاشرہ کے تعلیمی استحکام پر ہے۔ قائداعظمؒ کے نزدیک نوجوانان وطن کا تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونا ازحد ضروری تھا۔ تحریک پاکستان کے دنوں میں بھی آپ نے نوجوانوں کو اپنی تعلیمی استعداد بڑھانے کی تلقین کی تاکہ وہ زمانہ کے بدلتے ہوئے انداز کا ساتھ دے سکیں۔ خاتون پاکستان بھی تعلیمی پسماندگی ہی کو معاشرہ کے تنزل کا اولین سبب گردانتی تھیں۔ تخلیق پاکستان سے قبل اور پھر تعمیر پاکستان کے دنوں میں بھی آپ نے اپنے انھی خیالات کا بارہا اظہار کیا ہے:

''جہالت، سماجی اور تعلیمی پستی ہماری ترقی کی راہ میں مزاحم ہوتے رہیں گے تاوقتیکہ جرات اور باقاعدگی سے اور مؤثر طور پر ان سے نمٹا نہ جائے۔ اس مسئلہ کو نوجوان ہی عمدگی سے حل کر سکتے ہیں اور محض ان ہی کی خدمات

مملکت کو ان مشکلات پر جلد قابو پانے میں امداد دے سکتی ہیں''۔۶۵؎

خاتون پاکستان کی سیاسی اور تہذیبی تربیت قائداعظمؒ کے زیر سایہ ہوئی تھی۔اس لیے آپ کی سوچ اور کردار اخلاقی برائیوں اور ذاتی مفاد پر مبنی خواہشات سے مبرا تھے۔آپ ایک شفاف اور جمہوری ذہن کی حامل خاتون تھیں جن کا نصب العین تعمیر پاکستان میں خود کو وقف کر دینا تھا۔یہی توقع وہ اپنے نوجوان طبقہ سے بھی کر رہی تھیں۔نومبر ۱۹۴۸ء میں آل پاکستان مسلم یوتھ کنونشن کراچی سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا:

> ''اعلیٰ ترین کردار اور ایمانداری پیدا کی جائے اور قوم کی عام بھلائی کی خاطر تمام شخصی خواہشات سے کنارہ کشی کر لی جائے۔بد نیتی،رشوت ستانی،اقربا پروری کا مملکت سے نام ونشان مٹا دیا جائے تا کہ جمہوریت عوام کی بھلائی کے لیے کام کر سکے''۔۶۶؎

خاتون پاکستان ان تھک خاتون تھیں،قیام پاکستان اور خاص طور پر قائداعظمؒ کے انتقال کے بعد آپ کی ذمہ داریوں کے ان گنت دروا ہو چکے تھے۔یہی وجہ ہے کہ سیاسی میدان میں عملاً غیر موجودگی کے باوجود ہر اہم موقع اور ضرورت پڑنے پر سیاسی راہنمائی کے فرض کے ساتھ فلاح عامہ،صحت،کشمیر،مہاجرین،تعمیر پاکستان اور اسلامی تہذیب و معاشرت کے احیاء کی تلقین آپ کا معمول رہا ہے۔آپ تن تنہا مختلف محاذوں پر ڈٹی رہیں اور ہر مشکل موقع پر قوم کی مسیحائی کا حق ادا کر دیا۔آپ کی صحت دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس تن نازک کے پس پردہ ایک مضبوط قوت ارادی کی حامل ان تھک شخصیت موجود ہے جو بہ یک وقت مختلف النوع محاذوں پر سرگرم عمل اور سینہ سپر ہے۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ انگریزی تعلیم یافتہ جدید دل و دماغ کی خاتون تھیں-جن کی تربیت قائداعظمؒ کی زیر نگرانی ہوئی تھی۔قائداعظمؒ ایک راسخ العقیدہ سچے مسلمان تھے-خاتون پاکستان بھی ایک سچی اور کھری مسلمان تھیں۔اسلام کی محبت آپ کی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔

قیام پاکستان سے پہلے تحریک پاکستان کے دوران میں مسلم خواتین کی بیداری کی مہم میں اور پھر قیام پاکستان کے بعد خواتین اور بالعموم عوام کو اسلامی روایات اور تہذیب و معاشرت کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کرتی رہیں۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء میں ڈھاکہ ریڈیو سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے مسلم خواتین پر زور دیا کہ وہ اسلامی تہذیب و معاشرت اور اپنے ادب اور آرٹ کا احیاء کریں، جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ۶۷

آزادی کا سورج طلوع ہوتے ہی درد والم کی گھٹائیں بھی تیزی سے فضائے بسیط پر اپنی جگہ بنا رہی تھیں۔ مہاجرین کی بے سروسامانی اور رنج وحزن کی طرح کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ بھی ماحول کو رنجیدہ کر رہا تھا۔ لٹے پٹے کشمیری مہاجرین کی آمد دلوں کو مزید سوگوار کر رہی تھی۔ قوم نے اس محاذ پر بھی خاتونِ پاکستان کو مستعد اور راہنمائی کے لیے پرعزم پایا۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے ۵ نومبر ۱۹۴۸ء کو مہاجرین کشمیر کے لیے کمبلوں کی اپیل کی، کشمیر میں سخت سردی کا موسم اپنے عروج پر تھا اور مہاجرین بے سروسامانی کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کی اس اپیل پر قوم نے فراخ دلانہ ردِعمل ظاہر کیا۔ ۸ دسمبر کو کراچی میں تاجروں کی طرف سے ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں گوردھن داس مارکیٹ کی کلاتھ مرچنٹ ایسوسی ایشن نے خاتون پاکستان کو مبلغ دو لاکھ روپے پیش کیے۔ ۱۴ دسمبر کو ایک اور تقریب میں جوڑیا بازار کے مسلم تاجروں کی انجمن کی طرف سے کشمیر فنڈ میں مبلغ چار لاکھ روپے پیش کیے گئے۔

نومبر ۱۹۴۸ء میں آل پاکستان مسلم یوتھ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کشمیر کے حوالے سے یوں گویا ہوئیں:

> ''میں نوجوانوں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ ایک مستحکم ارادہ کے ساتھ اپنے فرض کو خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ آج سب کی آنکھیں کشمیر کی طرف لگی ہوئی ہیں جہاں کے عوام اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے سخت مصائب

کا سامنا کر رہے ہیں۔ قائد اعظمؒ کے آخری زمانۂ حیات میں ان کے خیالات اس خوبصورت سرزمین کے باشندوں اور ان کے مصائب ہی کے ساتھ تھے جس کا سامنا انھیں محض اس وجہ سے کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ اپنی آزادی کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں''۔٦٨ ؎

پاکستان کی تاجر برادری اور قوم کے دیگر طبقات نے جس فراخ دلی سے خاتون پاکستان کی اپیل پر لبیک کہا تھا، آپ اس سے بہت متاثر ہوئیں اور دسمبر ۱۹۴۸ء میں انجمن تاجران کراچی کے جلسہ میں اس کا برملا اظہار کیا:

''گذشتہ کئی ماہ سے میں کشمیری مجاہدین اور مہاجرین کے لیے اپنی ممکنہ کوشش کررہی ہوں۔ اہل تجارت نے جس حب الوطنی کا اظہار کیا میں بطور خاص اس کی قدردانی کرتی ہوں۔ ایسے اہم اور انتہائی ضروری مسئلہ میں ان کی سر پرستی بلا شبہ ہمارے ملک کے مستقبل کے لیے فال نیک ہے۔۔۔ ساری مسلم قوم نے بھی بیش قرار رقمی تعاون کیا جو لائق تحسین ہے۔ امیر وغریب ہر ایک نے حسب استطاعت عطیہ دیا اور تاجروں کی جماعت نے بلاشبہ سب کی قیادت کی''۔٦٩ ؎

قائد اعظمؒ کی طرح خاتون پاکستان کے لیے بھی کشمیر زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ آپ کے نزدیک کشمیر کے بغیر پاکستان ایک ایسے وجود کی مانند تھا جو روح کے بغیر ہو۔ انجمن تاجران کراچی کے اسی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کشمیر کو پاکستان کی زندگی اور روح قرار دیا، آپ نے کہا:

''اس وقت پاکستان کو مختلف اہم مسائل کا سامنا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کشمیر ان میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ مدافعتی نقطۂ نظر سے کشمیر پاکستان کی زندگی اور روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقتصادی لحاظ سے کشمیر

ہماری مرفع الحالی کا منبع ہے۔ پاکستان کے بڑے دریا اسی ریاست کی حدود سے گزر کر پاکستان میں داخل ہوتے اور ہماری خوشحالی میں مدد دیتے ہیں۔ ان کے بغیر پاکستان کی مرفع الحالی خطرے میں پڑ جائے گی۔۔۔کشمیر ہماری مدافعت کا کلیدی نکتہ ہے۔ اگر دشمن کی قوت کو کشمیر کی خوبصورت وادی اور پہاڑیوں میں مورچہ بندی کا موقع مل جائے تو پھر یہ اٹل ہے کہ وہ ہمارے معاملات میں مداخلت اور اپنی مرضی چلانے کی کوشش کرے۔ پس اپنے آپ کو ایک مضبوط اور حقیقتاً طاقتور قوم بنانے کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ پاکستان کو دشمن کی ایسی سرگرمیوں کی زد میں نہ آنے دیا جائے۔ اس لحاظ سے کشمیر کی مدد ہمارا اولین فرض ہو جاتا ہے''۔۷۰؎

ادھر ہندوستان کے دیگر علاقوں سے مہاجرین کی آمد کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ ابتدا میں مہاجرین کو ہنگامی کیمپوں میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا جاتا پھر مناسب جگہیں دیکھ کر ان کی مستقل آبادکاری کی جاتی۔ قائدآباد کراچی میں مہاجرین کو آباد کیا گیا تھا۔ مہاجرین انتہائی بے سروسامانی اور کسمپرسی کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ یہ تمام لوگ پاکستان کی محبت میں اپنا قیمتی اثاثہ لٹا کر عازم سفر ہوئے تھے۔ راستے کی دشواریوں اور قتل و غارت گری نے انھیں الگ گھائل کر دیا تھا۔ مناسب رہائشی سہولتوں اور حفظان صحت کے مؤثر انتظامات کے فقدان نے صحت کے مسائل کھڑے کر دیئے تھے۔ خاتون پاکستان جہاں مہاجرین کی آبادکاری میں سرگرم عمل تھیں وہاں ان کی یہ کوشش بھی تھی کہ مہاجرین کی آبادیوں میں دیگر سہولتوں کے علاوہ صحت و تندرستی کی حفاظت کا بھی مناسب بندوبست ہو۔ اس سلسلے میں دسمبر ۱۹۴۸ء میں آپ نے قائدآباد کراچی، مہاجرین کی بستی میں ایک ڈسپنسری کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ اس چھوٹی سی ابتدا سے مہاجرین کے درد کا ایک حد تک مداوا ہوگا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ڈسپنسری بھی ترقی کرتی جائے گی۔۷۱؎

اسی طرح آپ نے جنوری ۱۹۴۹ء میں فاطمہ جناحؒ میٹرنٹی ونرسنگ ہوم کراچی کا افتتاح کرتے ہوئے ڈاکٹری کے پیشہ کی افادیت کا ذکر کیا اوراسے انتہائی معزز اورشریفانہ پیشہ قرار دیا۔آپ نے کہا کہ اس اعزاز کو حاصل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں اپنی اور اپنے عوام کی مدد کرنے کا عزم موجود ہے۔ یہ خدمت انسانیت کے اس مشن کی تکمیل بھی ہے جس پر ہمارے مذہب اسلام نے بہت زور دیا ہے۔ہمیں پاکستان میں نرسنگ کے خلاف ذرا سا بھی متعصب نہیں ہونا چاہیے۔ ۷۲؎

خاتون پاکستان قائداعظمؒ کی طرح جدید اور ترقی پسند ذہن کی مالک تھیں۔آپ کے نزدیک مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی زیورِتعلیم سے مزیّن ہونا ازحد ضروری تھا کیونکہ عورتوں اورخصوصاً نوجوان لڑکیوں کی تعلیم وتربیت اس لیے بھی اہم ہے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کی تربیت کا دارومدار انھی پر ہے۔ ۳۰ جنوری کو مدرسہ بنات الاسلام کراچی کے افتتاح کے موقع پرتقریر کرتے ہوئے ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا:

> ”یقین کیجئے کہ جہالت تمام برائیوں کی جڑ ہے اور علم تمام اچھائیوں اورفضیلتوں کی بنیاد ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس جلسہ میلاد کے موقع پر بھی میں آپ کوحصول علم کی طرف ہی متوجہ کرنا درست خیال کرتی ہوں۔خدا تعالیٰ نے علم حاصل کرنا ہرمسلمان مرد اورعورت پرفرض قرار دیا ہے۔خوب یاد رکھو کہ علم سے بہترتمہارا کوئی زیورنہیں ہے۔آپ کی قوم کو اچھی ماؤں،اچھی بہنوں اور اچھی بیٹیوں کی ضرورت ہے تا کہ وہ سب مل کر پاکستان کی شاندارتعمیر میں اپنا صحیح حصہ ادا کرسکیں اور یہ جب ہی ممکن ہے جب آپ تعلیم کے ہتھیار سے آراستہ ہوں“۔ ۷۳؎

خواتین کی طرح بچوں کی تعلیم وتربیت اورصحت کو بھی کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہی نونہال مستقبل میں قوم کے معمار بنتے ہیں۔خاتون پاکستان بھی اس نکتہ سے پوری

طرح باخبر تھیں اور وقتاً فوقتاً اس سلسلے میں راہنمائی فراہم کرتی رہیں۔ ۱۰ جنوری ۱۹۴۹ء کو ہفتہ اطفال کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے قوم پر زور دیا کہ بچوں کی بہتر نشوونما کے لیے جو کچھ ہم سے ہو سکے انجام دیں اور بچوں کی بھلائی کے لیے جو بھی کام کریں اس کو ایک بڑی قومی خدمت تصور کریں۔ ۷۴؎

۲۲ جنوری ۱۹۴۹ء کو دادر سینی ٹوریم کا معائنہ کیا اور کہا کہ ہمیں افسوس ہے کہ سرمایا کی قلت کی بنا پر ہم معالجین کو تسلی بخش ادویات اور دیگر سامان مہیا نہ کر سکے۔ اب چونکہ کل ہند ٹی۔ بی سینی ٹوریم سے ہمارا حصہ ملنے والا ہے۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ حصول رقم کے بعد آپ کو مزید ڈاکٹر، نرسیں، ادویات اور ضروری اشیاء فراہم کی جائیں گی اور اس طرح سینی ٹوریم اور ترقی کر سکیں گے۔ ۷۵؎

ٹی بی کے حوالے سے خاتونِ پاکستان بہت حساس تھیں۔ یہ ایک ایسا دکھتا پہلو تھا جو کروٹ کروٹ آپ کے لیے تکلیف کا باعث تھا۔ اسی موذی مرض سے عظیم بھائی کی رفاقت فراق میں تبدیل ہوئی تھی۔

۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء کو موتمر عالم اسلامی کے زنانہ اجلاس کا افتتاح کیا۔ یہاں آپ نے جو خطاب فرمایا اس میں اسلام سے واضح محبت اور خلوص کی عکاسی ہوتی ہے۔ جہاں آپ زندگی کے دیگر حوالوں سے خدمت میں مصروف تھیں، وہاں دینی خدمات میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھیں۔ آپ ایک صحیح اور پختہ اسلامی عقیدہ کی حامل خاتون تھیں۔ مذکورہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

> ''اسلام ایک ایسا مذہب نہیں جو محض خدا کے ساتھ بندے کے تعلق کو مضبوط کرتا ہو بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ہمارے تمام اعمال و وظائف پر حاوی ہے۔ اسلام کے ظہور سے ایک نئی تہذیب جس کی بنیاد مساوات، اخوت اور انصاف پر رکھی گئی ہے، پوری قوت کے ساتھ عالم وجود میں آئی۔

انسانی مساوات، اخوت اور انصاف کا یہ سبق محض زبانی طور پر نہیں دیا گیا بلکہ اس کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی میں ہر شخص کی حیثیت اور مواقع کی یکسانیت ایک کھلی ہوئی حقیقت تھی۔ کیا امیر اور کیا غریب سب ہی روزانہ پانچ مرتبہ باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں اور مساوات انسانی کا دنیا میں عملی مظاہرہ کرتے ہیں''۔ ۷۶؎

حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد، دین اسلام کا ایک بنیادی نکتہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں اخوت، مساوات اور انصاف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اخوت و مساوات کے اس جذبہ کو وطنی حیثیت سے بلند کر کے بین الاسلامی سطح تک لانا خاتون پاکستان کی دیرینہ خواہش تھی۔ آپ ایک دردمند دل رکھتی تھیں جو اُمت مسلمہ کی بیداری اور اتحاد کے لیے ہمیشہ بےقرار رہتا تھا۔ آپ تمام عالم اسلامی کی دوستی کی متمنی تھیں۔ اسی مذکورہ اجلاس میں آپ نے اُمت مسلمہ کے باہمی اتحاد پر زور دیا اور متحد ہو کر اسلامی دنیا کے دیرینہ مسائل فلسطین، کشمیر اور انڈونیشیا کے حل کے لیے جدوجہد جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب ناجائز یہودی ریاست اسرائیل کا نوک ستم گر خنجر معصوم فلسطین کے دل میں اترا تو خاتون پاکستان بھی تڑپ اُٹھیں۔ آپ کی نگاہ دور بیں مستقبل میں اہل عرب کو پیش آنے والے خطرات دیکھ رہی تھی۔ اس اہم مسئلہ پر ۲۵ فروری ۱۹۴۹ء کو جہانگیر پارک کراچی میں منعقدہ یوم فلسطین کے جلسہ سے خطاب فرماتے ہوئے آپ نے کہا:

''فلسطین کا معاملہ اہم ترین مسئلہ ہے جس سے عالم اسلام کو عہدہ برا ہونا ہے''۔ ۷۷؎

آپ کی دوررس نگاہ نے اسلام دشمن عالمی طاقتوں کی سازش بھانپتے ہوئے اس سے نہ صرف بروقت خبردار کیا بلکہ ان قوموں کے اس گھناؤنے فعل پر کڑی تنقید بھی کی:

''موجودہ صورتِ حال کی ذمہ داری اس سرزمین کے باشندوں پر نہیں بلکہ

ان بیرونی طاقتوں پر بھی عائد ہوتی ہے جنھوں نے دوسروں کو بھینٹ چڑھا کر اپنی ذاتی مشکلات کو گھٹانے کی کوشش کی ہے۔ عالم عرب کو آج پہلے سے زیادہ امداد کی ضرورت ہے۔ انفرادی فائدہ اور نقصان کا ذرہ برابر لحاظ کیے بغیر ایک متحدہ محاذ قائم کرنے کی ہر امکانی کوشش کرنی چاہیے۔ اس اصول سے ذرا سا انحراف تباہ کن ہوگا''۔۷۸؎

خاتون پاکستان کی سیاسی بصیرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نہ صرف ملکی سطح پر بصیرت افروز خیالات سے نوازتی رہیں بلکہ بین الاقوامی سیاسی معاملات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ خاص طور پر بین الاسلامی مسائل اور واقعات پر آپ بروقت اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہیں۔ ملکی اُمور میں آپ دیگر معاملات کے ساتھ خواتین کو معاشرہ کا فعال جزو بنانے کے لیے کوشاں تھیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ خواتین معاشی طور پر خودکفیل ہوں، اس سے نہ صرف وہ، اُن کے خاندان، بلکہ قوم بھی اقتصادی لحاظ سے مستحکم ہوگی۔

۱۶ مارچ ۱۹۴۹ء کو ینگ ویمنز مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام شمع لیڈیز انڈسٹریل ہوم کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''صنعتی مدرسہ نہ صرف اپنی ترقی کے لیے خواتین کی عملی جدوجہد کا ایک اور نشان ہے بلکہ پاکستانی خواتین کی عام بیداری کی بھی روشن علامت ہے''۔۷۹؎

خاتون پاکستان اپریل ۱۹۴۹ء کو جب لاہور تشریف لائیں تو مہاجرین کی پریشاں حالی دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئیں۔ ایسے میں ۲۷ اپریل کو آپ صنعتی اداروں سے وابستہ خواتین سے ملیں تو آپ نے طمانیت محسوس کی کہ یہ خواتین معاشرہ کا فعال حصہ بنی ہوئی ہیں، جس سے ان کے خاندانوں کی معاشی اُلجھنیں دور ہورہی ہیں۔ آپ نے اس بات پر بھی خوشی کا اظہار کیا کہ ان خواتین نے ابتدائی دشواریوں کے بعد اپنے آپ کو آزاد اور محفوظ کرلیا ہے۔۸۰؎

قائداعظمؒ کے بعد خاتون پاکستان نے مسلم لیگ کی تنظیم نو میں فعال کردار ادا کیا، ہر اہم اور تاریخی موقع پر قوم اور سیاسی راہنماؤں کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ حکمرانوں کے غلط اقدامات پر بے لاگ تنقید بھی۔ آپ ملکی و سیاسی حالات پر گہری نظر رکھے ہوئے تھیں اور وقتاً فوقتاً اپنے بیانات اور پیغامات کے توسط سے ہر دور میں عوام کی راہنمائی کا حق ادا کرتی رہیں۔

قیام پاکستان کے تین ماہ بعد ہی پنجاب میں مسلم لیگ کونسل اور صوبائی حکومت میں سیاسی رسہ کشی شروع ہو چکی تھی۔ جب جون ۱۹۴۸ء میں مسلم لیگ کی رکنیت سازی کی مہم شروع ہوئی تو اس دوران میں پنجاب کی وزارت دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک گروپ کے سربراہ وزیراعلیٰ نواب افتخار ممدوٹ اور دوسرے کی قیادت ممتاز دولتانہ کر رہے تھے۔ قائداعظمؒ کی مداخلت پر اگرچہ نواب افتخار ممدوٹ اور ممتاز دولتانہ میں وقتی طور پر اختلافات ختم ہو گئے لیکن آپ کی وفات کے بعد خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل بنے تو وزیراعظم لیاقت علی خان نے دولتانہ گروپ کی حمایت کی، نومبر ۱۹۴۸ء میں ممتاز دولتانہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ اب نواب ممدوٹ اور دولتانہ کی باہمی رسہ کشی سنگین رخ اختیار کر گئی۔ وزیراعظم لیاقت علی خان نے دونوں رہنماؤں کو کراچی طلب کیا اور جب کوئی سمجھوتہ نہ کرا سکے تو گورنر جنرل سے سفارش کی کہ پنجاب میں آئین معطل کر دیا جائے۔ پنجاب میں گورنر راج نافذ ہوگیا، صوبائی اسمبلی کالعدم ہوگئی۔ پنجاب کی سیاسی فضا ایک بار پھر مکدر ہوگئی۔

خاتون پاکستان اس صورتحال سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکیں۔ ۱۲ اپریل ۱۹۴۹ء کو ناصر باغ لاہور میں مختلف سپاس ناموں کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''آج پنجاب کی موجودہ کشمکش اور حالات دیکھ کر مجھے روحانی صدمہ ہوا ہے''۔۸۱۔

اسی حوالے سے یوم اقبالؒ کے موقع پر اپنے پیغام میں پنجاب کے عوام پر زور دیتے ہوئے کہا:

''آپ اس مرض کو تلاش کریں جس کے باعث موجودہ مایوس کن حالات پیدا ہوئے ہیں اور پنجاب کے سیاسی وجود کو گھن لگ گیا ہے''۔ ۸۲؎

پھر خاتون پاکستان نے اس مرض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود ہی کہا:

''پاکستان کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے باشندے اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کے مطابق اس مملکت کی تشکیل کریں۔ اگر عوام کو مطمئن کرنے کے لیے محض حکومت میں حصہ مل جانا ہی کافی ہوتا تو جداگانہ مملکت کا خیال نہ ذہنوں میں پیدا ہوتا اور نہ بارآور ہوتا''۔ ۸۳؎

قیام پاکستان کے بعد دیگر معاملات اور مسائل کے علاوہ جس سب سے بڑی ذمہ داری کا احساس قائداعظمؒ کو تھا وہ نوزائیدہ مملکت کا آئین تھا۔ قائداعظمؒ نے اپنی حیات میں دستور پاکستان کی تشکیل کے لیے تمام تر توجہ مرکوز کر رکھی تھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ مملکت پاکستان کا دستور ان کی زندگی ہی میں تشکیل پا جائے۔

قائداعظمؒ کی حیات ہی میں پاکستان دستور ساز اسمبلی نے ۱۱، اگست ۱۹۴۷ء میں دستور سازی کے لیے اپنا کام شروع کر دیا تھا لیکن افسوس آپ کی زندگی میں کام آگے نہ بڑھ سکا۔ آپ کی رحلت کے بعد مارچ ۱۹۴۹ء میں اسی دستور ساز اسمبلی نے آئین کے اغراض و مقاصد کے سلسلے میں ایک قرارداد منظور کی جسے، قرارداد مقاصد، کہتے ہیں۔ اس قرارداد کی رو سے حاکمیت اعلیٰ کا حق دار اللہ تعالیٰ ہے اور مملکت کے تمام امور اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے طے کیے جائیں گے۔

خاتون پاکستان بھی شروع سے کوشش کر رہی تھیں کہ نئی آزاد مملکت کا آئین ہو۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنا تمام زور بیاں صرف کیا۔ آپ جہاں دیگر بے شمار محاذوں پر سرگرم عمل تھیں وہاں یہ اہم مسئلہ بھی پیش نظر تھا۔ قرارداد مقاصد کے منظور ہونے کے بعد آپ نے ۲۱/اپریل ۱۹۴۹ء ہی کے اپنے خطاب میں دستور ساز اسمبلی کی سست روی پر تنقید کی اور کہا:

''ہم ایک آزاد اور مقتدر قوم ہیں لیکن ہماری حکومت اب تک ۱۹۳۵ء کے قانون حکومت ہند کے تحت چلائی جارہی ہے اگرچہ اسی قانون میں کچھ ترمیم وتصرف سے کام لیا گیا ہے اور اسے عارضی طور پر اختیار کرلیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ قانون بالکل فرسودہ اور ناکارہ ہے۔ مجلس دستور ساز کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ پر پوری توجہ دے اور ایسا جدید آئین مدون کرے جو ہماری آزادی اور مقتدر مملکت کے تقاضوں کے مطابق ہو''۔ ۸۴؎

دستور ساز اسمبلی اور حکومت وقت پر یہ کڑی تنقید خاتون پاکستان کی سیاسی بصیرت اور دوررس نگاہ کی آئینہ دار تھی۔ آپ نے بروقت بھانپ لیا تھا کہ بغیر دستور کے مملکت بہت سی قباحتوں کا شکار ہوسکتی ہے اور اگر اس طرح وقت ضائع ہوتا رہا تو قائداعظمؒ کا آزاد، خوشحال اور خودمختار مملکت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ ادھر آپ سیاسی امور میں پائی جانے والی کجی وخامی کی نشاندہی کررہی تھیں تو اُدھر کشمیر کا رستا ہوا ناسور آپ کو اپنی طرف متوجہ کررہا تھا۔ ۳۰ اپریل ۱۹۴۹ء کو مسلم لیگ کے جلسہ منعقدہ پشاور سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کشمیری بھائیوں کی مدد کرنے پر شکریہ ادا کیا اور آزادی کشمیر کے لیے کوششیں جاری رکھنے کی تلقین کی:

''کشمیر کے مسئلہ میں آپ نے جس سرفروشی اور جانبازی سے مجاہدانہ خدمات کی ہیں اور اس کے مصیبت زدوں کو امداد پہنچانے میں جو جدوجہد کی ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ اس لیے کہ اس کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان کے ہر فرد کے دل ودماغ پر کشمیر کا مسئلہ موضوع بحث ہے۔ ہر شخص اس کے مستقبل کے بارے دلچسپی لیتا اور تجسس رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے بے قرار دلوں کو اس وقت تک آرام نہیں مل سکتا جب تک کہ

مسئلہ کشمیر پورے طور پر حل نہ ہوجائے اور ہمیں اپنے دیرینہ مقصد میں کامیابی نہ ہو"۔۸۵؎

مسئلہ کشمیر کے حوالے سے خاتون پاکستان نے مثالی کردار ادا کیا۔آپ کی تگ ودو سے یوں احساس ہوتا ہے جیسے آپ کشمیر کے محاذ کی ایک جاں فروش مجاہدہ ہوں ۔ ۹ مئی ۱۹۴۹ء میں مظفر آباد کے مقام پر آپ کے ولولہ انگیز خطاب نے کشمیریوں کے جذبۂ آزادی کو دو چند کردیا:

"کشمیر کے سرفروش بہادرو! تمھاری قوت ایمانی نے دنیا کو حیران کررکھا ہے تمھارے نعرہ ہائے تکبیر نے دلوں کو ہلا دیا ہے۔آج سارے عالم کی نگاہیں تمھارے فیصلہ پر لگی ہوئی ہیں۔تمھیں اپنے ایمان کی روحانی قوت کا واسطہ اپنے عزائم کو بلند تر کرتے چلے جاؤ۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے ٹکرا ٹکرا کر بھی پاش نہ ہونے والی یہ قوت تمھیں،تمھارا حق دلا کر رہے گی۔کشمیر ہمارا ہے اور اسے قدرت نے ہر طرح سے پاکستان کا جزو بنایا ہے اور وہ پاکستان کا ہوکر رہے گا"۔۸۶؎

سنہ ۱۹۴۹ء کے ماہ مئی کی تپتی دوپہروں میں آپ گوشۂ سکون واطمینان کی چند گھڑیوں کے حصول کے لیے پارا چنار گئیں۔ بظاہر سکون کی تلاش میں آئی ہوئی خاتون پاکستان در حقیقت یہاں بھی قوم کی راہنمائی کے کھٹن فریضے سے عہدہ برآ ہو رہی تھیں۔قوم کو شعور و بیداری کا پیغام دیتے ہوئے اسے اخوت و بھائی چارہ کا بھی درس دیا،آپ نے کہا:

"آج ہم ایک زبردست آزاد اسلامی مملکت کے مالک ہیں۔اب ہمارا فرض ہے کہ اس کو بام عروج کی اعلیٰ منزلوں پر پہنچائیں جس کے لیے ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں۔سب سے پہلے تعلیم کی طرف توجہ کرنا چاہیے تا کہ شعور بیدار ہو اور ساتھ ہی اسلامی اصول اور احکام سے اچھی طرح

واقفیت ہو جائے ۔ یاد رکھیے کہ اسلام کا سب سے پہلا سبق اخوت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔اس برادرانہ تعلق کے فرمان نے ہماری آپس کی تفریق رنگ ونسل کو قطعی مٹا دیا اور ہمیں وحدت خیال کے مرکز پر لا کھڑا کیا۔ اس کے بعد صداقت، شجاعت، محبت اور انصاف ہے اسی میں ہماری قوت ہے اور یہی ہمارے عروج اورارتقا کا خزانہ ہے''۔۸۷ ۔

مسئلہ کشمیر پر عملی خدمات کے حوالے سے پاراچنار کے لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

''مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ مسئلہ کشمیر میں آپ لوگ خاص دلچسپی لے رہے ہیں اوراس کی آزادی حاصل کرنے کے لیے سرفروشانہ خدمات اور ہرگونہ امداد کے لیے تیار ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس نیک تمنا کو پورا کرے اور ہمارے عزائم میں کامیابی عطا فرمائے''۔۸۸ ۔

اس نازک گھڑی میں کچھ شر پسند عناصر بیرونی شہ پر سر ابھار رہے تھے۔ان کی کوشش تھی کہ ہجرت کے زخموں سے چورنڈھال قوم کو مایوس وبددل کر کے اسے منزل سے بھٹکا کر اس کی قومی شناخت کو نسلی ولسانی تعصّبات کی گرد میں دھندلا دیا جائے۔ایسے میں خاتون پاکستان کی ذمہ داری دو چند ہو جاتی ہے۔آفرین ہے آپ پر،آپ نے قیام پاکستان کے بعد ایک لمحہ بھی تغافل نہ برتا اور پہلے ہی دن سے عوام کی راہنمائی کے لیے کمر بستہ ہو گئیں۔صوبہ خیبر پختونخوا کے اسی دورہ کے دوران میں ۱۴ مئی کو کوہاٹ کے عوام کا قیام پاکستان کی تائید پر شکریہ ادا کیا اور اتفاق واتحاد سے پاکستان کی خدمت کرنے کی تلقین کی۔۸۹ ۔

اپنے اس دورہ کے اختتام پر ایبٹ آباد کے عوام کا قیام پاکستان کی جدوجہد میں شرکت پر شکریہ ادا کیا اوران کے سرفروشانہ جذبۂ خدمت کو تاریخی اعتبار سے یادگار قرار دیا۔۹۰ ۔

صوبہ خیبر پختونخوا سے واپسی پر اسی ماہ یعنی ۲۴ مئی کو واہ کیمپ میں کشمیری مہاجرین کی ہمت بندھاتے ہوئے اس عزم کا اعادہ کیا کہ ہم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک کشمیر حاصل نہ کرلیں۔۹۱؎

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا نوزائیدہ پاکستان کو ان گنت دشواریوں کا سامنا تھا۔ان میں ایک سنگین مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری تھا۔کچھ موقع پرست اس مسئلہ کی آڑ میں اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل چاہتے تھے۔انھوں نے مقامی اور مہاجر کا ذکر چھیڑ کر اتحادِ ملّت میں نقب لگانے کی کوشش کی۔ایسے میں خاتونِ پاکستان نے موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے نہ صرف بروقت حکومت کی مہاجرین کی آبادکاری میں تساہل پسندی کو آڑے ہاتھوں لیا بلکہ مہاجرین اور مقامی کی تفریق کو بھی ختم کرنے کی تلقین کی۔آپ نے مہاجرین کی عظمت ورفعت کو ان کی عظیم قربانیوں کے ذکر سے تقویت بخشی۔۱۲ جون ۱۹۴۹ءکو شب برات کے موقع پر مزار قائداعظمؒ پر منعقدہ یوم شہدا کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''آج ہمارے شہدائے ہند کو بھی اسلامی، تاریخی اور سیاسی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ میدان جنگ میں لڑ کر ایک دم قتل نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں روح فرسا وحشتوں اور بربریت کے مظاہروں کا شکار ہو کر شہید ہوئے ہیں۔ان کے بچوں کو ان کی گود میں مارا گیا۔ان کی عورتوں کی ان کی آنکھوں کے سامنے عصمت دری کی گئی۔ان کی لڑکیوں کا ان کے سامنے اغوا کیا گیا۔ان کی جان و مال اور آبرو چھین لی گئی۔ان کے اعضا کو کاٹ کاٹ کر چھوڑا گیا۔بھوکے، پیاسے، سسک سسک کر اور تڑپ تڑپ کر مرنے والے شہدا کبھی فنا نہیں ہوسکتے۔ان کی موت نے مسلمانوں کو زندگی بخشی ہے۔ان کی فنا نے اسلام کو بقا عطا کی ہے۔ان کے خاک اور خون سے پاکستان تعمیر ہوا ہے۔ان کی تڑپ اور بے کیفی نے اہل مملکت کے راحت وسکون کا سامان

پیدا کیا ہے''۔ ۹۲۔

مہاجر اور مقامی کے زہریلے پراپیگنڈہ کا تدارک کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''آج لاکھوں مسلمان ہندوستان سے پاکستان آ رہے ہیں جن کو لوگ مہاجر پکارتے ہیں لیکن میں بصد اصرار اہلِ مملکت کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پاکستان میں دنیا بھر کے مصائب و آلام اٹھا کر آنے والے کبھی مہاجر نہیں ہیں۔ قائد اعظمؒ کا مقصد حصول پاکستان سے تھا کہ مسلمانوں کے لیے کوئی ایک ایسی جائے پناہ ہو جہاں وہ اطمینان سے عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اور کوئی ایسی جگہ ہو جسے وہ اپنا گھر سمجھ سکیں۔ مسلمانوں کی یہ آماجگاہ پاکستان ہے۔ ہر وہ شخص جو رہنے کے لیے یہاں آئے وہ پاکستانی ہو جاتا ہے۔ آج کے بعد مہاجر اور انصار کے الفاظ ختم کر دینے چاہییں''۔ ۹۳۔

اپنے اسی خطاب میں اہلِ وطن کو اغیار کی سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے کہا:

''اُٹھو! اپنی قوت ارادی سے گرتے ہوؤں کو تھام لو۔ سوتے ہوؤں کو جھنجھوڑ دو۔ یاد رکھو کہ پاکستان تمھارے شہیدوں کی امانت ہے۔ اس کی عظمت و وقار کو اغیار کے ہاتھوں میں کھلونا نہ بناؤ اور اپنی وسیع مملکت کی چھان بین کرو۔ وفا کیش، جان نثار خادمان ملّت کو چن لو اور اپنے ملک کے ہر شعبہ زندگی کو خالص اسلامی اور پاکستانی بناؤ''۔ ۹۴۔

خاتونِ پاکستان جہاں اہل وطن کو ہر شعبۂ زندگی کو خالص اسلامی اور پاکستانی بنانے کا کہہ رہی ہیں تو وہاں قوم کے نونہالان سے بھی پُر امید ہیں کہ یہی چھوٹے چھوٹے معصوم بچے آگے چل کر قوم کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہیں۔

۲۵ جون ۱۹۴۹ء کو قوم کے بچوں کے نام ایک پیغام میں اپنے ناصحانہ خیالات کا اظہار کرتی ہیں:

''تم ہماری سب سے بڑی زندہ دولت اور قوم کا عزیز ترین سرمایا ہو، اب کہ سیاسی ہنگامہ آرائیاں ختم ہو چکی ہیں اور تمھاری زندگی تاریک زنداں سے نکل کر آزادی کے پُر بہار چمن میں قدم رکھ چکی ہے۔ میں تمھیں یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ تمھارے بزرگوں اور تمھارے پس ماندہ ساتھیوں کے مقابل تمھارا ماحول ہر طرح سے پاک وصاف اور حوصلہ افزا ہے۔ تمھارا ایک شاندار ماضی رہا ہے اور ایک شاندار مستقبل کی تعمیر کے لیے تمھیں پورے مواقع حاصل ہیں۔ تم ہی قوم کی اُمید ہو۔ اسلام اور پاکستان کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرو۔ برے ماحول سے احتراز کرو اور اچھی صحبت کی تلاش کرو۔ اپنے مسائل کی نسبت غور وفکر کی عادت ڈالو اور پاکستان کے شایان شان شہری بننے کی پوری سعی کرو، محبت اور ہمدردی، شجاعت اور خوش اخلاقی، مروت اور رواداری تمھاری صفات ہونی چاہئیں ۔ خود کو جوہر کردار سے آراستہ کرو۔ اسکول میں ہو یا گھر پر، اطاعت اور ضبط ونظم کو اپنا شعار بناؤ۔ اپنے ذہنی اور جسمانی قویٰ کو ترقی دو۔ اپنی نظر کو بلند اور وسیع رکھو۔ وقت کی قدر کرو اور تعلیم اور کھیل کود کے ساتھ ساتھ مطالعہ کی بھی ضرور عادت ڈالو۔ مجاہدین اسلام کے کارنامے اور ان کی بصیرت افروز داستانوں کو پڑھو اور غور کرو کہ ہر طرح کی بے سروسامانی کے باوجود انھوں نے کس سرعت کے ساتھ علم اسلام دنیا کے طول وعرض میں پھیلا دیا تھا۔ تمھیں بھی پاکستان کے بازوئے شمشیرزن بننا ہے اور اپنے اسلاف کے کارناموں کو آگے بڑھانا ہے۔ تم جس قدر جلد منزل مقصود کا احساس اور رخ کر سکو بہتر ہے''۔ ۹۵؎

خاتون پاکستان ایک اسلامی ذہن رکھنے والی خاتون تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے بیانات میں آپ نے جہاں پاکستان کا ذکر کیا، وہیں اسلام کا بھی ذکر کیا ہے۔ پاکستان اور اسلام کی خدمت کو آپ لازم وملزوم سمجھتی تھیں۔ آپ کا ایمان تھا کہ اگر بچوں کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق کی جائے تو وہ نہ صرف پاکستان بلکہ اسلام کے لیے بھی بہتر ہوں گے۔ آپ کے نزدیک بچوں کی بہترین تربیت گاہ ماں ہے اس لیے اس کا تعلیم یافتہ ہونا ازحد ضروری ہے۔ ۳۰ جون ۱۹۴۹ء کو مدرسہ بنات الاسلام کراچی کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے تعلیم نسواں کی اہمیت اور افادیت پر یوں روشنی ڈالی:

''مسلمانوں میں عام طور پر جو دستور چلا آتا ہے کہ زیادہ تر لڑکوں کی تعلیم کی طرف توجہ دی جاتی ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کو اتنا اہم نہیں سمجھا جاتا۔ یہ بہت غلط اور نقصان دہ طریقہ ہے۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ایسی غلط روایت کو فوراً ترک کر دیں اور صحیح راہ اختیار کریں۔ یہ بات صحیح ہے کہ زندگی میں مرد اور عورت کے مشاغل اور فرائض مختلف ہیں مگر اس کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ فرائض کے لحاظ سے تعلیم نسواں کا بندوبست ہو نہ کہ ان کی تعلیم کی طرف سے غفلت برتی جائے جسے میں نہ صرف کوتاہی بلکہ بہت بڑا جرم خیال کرتی ہوں''۔۹۶؎

آپ کے نزدیک عورت کا تعلیم یافتہ ہونا اس لیے بھی ضروری تھا:

''عورت ہی ابتدا سے لے کر ایک خاص عمر تک بچے کے کردار کی نشوونما کرتی ہے اور زیادہ تر ماں کی محبت وشفقت ہی بچہ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں بچہ کی بنیادی تعمیر عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس لیے تعلیم کے ساتھ لڑکیوں کی تربیت وکردار کی تعمیر ایسی مضبوط بنیادوں پر کریں کہ وہ ہاتھ ہماری اُمید اور توقع کے مطابق ایک قابل فخر قوم کی تشکیل

کریں''۔۹۷؎

قیام پاکستان کو دو سال ہو چکے تھے۔ دوسرا یوم آزادی بھی قوم نے وطن عزیز کی خاطر گھر بار، جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانی دینے والوں کی یادیں تازہ کرتے ہوئے منایا۔ مہاجرین اور کشمیر کے زخم ابھی تک عیاں تھے۔ خاتون پاکستان کی مساعیٔ جلیلہ روزِ اوّل کی طرح جاری وساری تھیں۔ سنٹرل زنانہ کالج کراچی میں ۱۴ اگست ۱۹۴۹ء کو صدارتی خطاب میں آپ نے قوم کو تعمیر وطن کے فرض کی یاددہانی کرائی اور اس تلقین کا اعادہ کیا کہ وہ پاکستان کو ایک باوقار زبردست اسلامی طاقت بنائیں:

''برصغیر ہندو پاکستان کے مسلمانوں کی سیاسی سر بلندی کی نسبت اپنے پروگرام میں قائداعظمؒ نے جس چیز کو اولین اہمیت دی تھی وہ ان سب کو ایک پلیٹ فارم اور ایک ایسے جھنڈے کے تلے متحد کرنا تھا جو پاکستانی قومیت کا علمبردار ہو۔ آیئے پاکستان کے یوم آزادی کے موقع پر آج ہم اس بات کا عہد کریں کہ اپنے قومی اقتدار و خودداری کے اس عزیز ترین نشان کو کبھی نیچا نہ ہونے دیں گے۔ پاکستان کے بانی اور معمار قائداعظمؒ نے مضبوطی کے ساتھ پاکستان کا سنگ بنیاد رکھا ہے اور وہ استواری کے ساتھ قائم ہے۔ اب آپ میں سے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی تعمیر میں اپنا حصہ ادا کرے تاکہ وہ ایک زبردست اسلامی طاقت بنے اور دوسری بڑی قوموں کے ہم پلہ ہو سکے۔ پاکستان ایک متبرک امانت اور ورثہ ہے جو قائداعظمؒ نے آپ کے ہاتھوں چھوڑا ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس کو مضبوط، طاقتور اور خوشحال بنانے کی کوشش کریں''۔۹۸؎

۲۲ ستمبر ۱۹۴۹ء کو ایک بار پھر آپ نے عالمی یوم صحت کے موقع پر نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے بہبودیٔ اطفال کے ضمن میں کہا:

''ملک میں بچوں کی صحت کا معیار بہت پست ہے جسے ہرگز فراموش نہ کرنا چاہیے۔ زچہ خانوں کی کمی، والدین کی جہالت، معاشی پستی اور دوسرے اسباب کی وجہ سے بچوں کی شرح اموات میں ناخوشگوار اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم بہ حیثیت پاکستان کے آزاد باشندوں کے جدید اور سائنٹفک طریقے پر انتظامات کریں تا کہ جدید سائنسی طریقوں سے ہمارے بچّے مستفید ہو سکیں۔ یاد رکھیے کہ بچوں کے مصائب کا انسداد کرنے کے بعد ہی ہم انھیں خوشحال بنا سکتے ہیں ۔ اس لیے ہمیں اس شریفانہ اقدام کو جاری رکھنا اور اس کو ترقی دینا چاہیے تا کہ ہمارا ملک خوشحال بچوں کی سرزمین بن کے ایک نمونہ بن جائے''۔۹۹؎

قیام پاکستان کے دو سال بعد بھی مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ تقریباً جوں کا توں تھا۔ اس سلسلے میں خاتون پاکستان شروع ہی سے بہت سرگرم رہیں۔ آپ کئی مہاجر انجمنوں کی سر پرست بھی تھیں۔ آپ کی کوششوں سے ہزاروں مہاجرین نہ صرف آباد ہو سکے بلکہ ان کے روزگار کا بھی بندوبست ہوا۔ آپ کے علم میں تھا کہ قائداعظمؒ آخری وقت تک جن مسائل سے نبرد آزما رہے تھے اُن میں سے اولین مسئلہ مہاجرین کی آباد کاری تھا۔ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں کلفٹن روڈ پر ۱۸۰ کوارٹروں پر مشتمل ایک نئی کالونی تعمیر ہوئی۔ اس کا افتتاح کرتے ہوئے خاتون پاکستان نے ایک بار پھر قوم کو متنبہ کیا:

''جب تک تمام بے خانماں افراد آباد نہیں ہو جاتے تب تک ہمارا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ عین ممکن ہے کہ ان ہی میں سے اسلام اور پاکستان کے سچے خادم پیدا ہوں''۔۱۰۰؎

۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال سندھ میں ایک نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے ہسپتال کی طبی خدمات کو سراہا۔۱۰۱؎ خاتون پاکستان کی بین الاقوامی سیاسی بصیرت

کا اندازہ ہو کہ ۳ دسمبر کو آپ نے اسلامی اقتصادی کانفرنس کے اجتماع میں مسلمانانِ عالم پر زور دیا کہ وہ متحد ہو جائیں، آپ نے کہا:

''آیئے ہم اس صدا پر توجہ دیں۔ ''اے مسلمانانِ عالم! متحد ہو جاؤ۔ تمھیں کچھ نہیں چھوڑنا ہے سوائے محکومی کے''۔ اسلام زندہ باد''۔ ۱۰۲؎

صحت عامہ سے متعلق ایک اور بیان میں ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو پاکستان ہومیو پیتھ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے ہومیو پیتھی طریقہ علاج پر عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اس فن کی ترویج و اشاعت پر زور دیا۔ ۱۰۳؎

خاتون پاکستان ہمہ گیر سوچ کی حامل تھیں۔ اسلام سے محبت آپ کی شخصیت کا روشن پہلو تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ عالم اسلام کی ہر خوشی کو دل و جان سے عزیز رکھتی تھیں۔ ۱۹۴۹ء میں جب انڈونیشیا کو آزادی کی نعمت ملی تو آپ بھی اہل وطن کے ساتھ بہت خوش ہوئیں۔ ۲۷ دسمبر کو کراچی میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس کی غرض و غایت اہل انڈونیشیا کو ہدیہ تہنیت پیش کرنا تھا۔ اس جلسہ سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''مجھے امید ہے کہ ہمارا رشتۂ اخوت مضبوط ہوتا جائے گا۔ اس نیک موقع پر بارگاہ رب العزت میں ہماری مخلصانہ دعا ہے کہ سخت کوشی سے حاصل کردہ ان کی یہ آزادی ابدالآباد تک قائم رہے اور ان کو اس سے زیادہ عظمت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا ہو۔ قائداعظمؒ کو انڈونیشیا کے عوام کے مسئلہ سے گہری ہمدردی تھی، انھوں نے متعدد مواقع پر کھلے الفاظ میں اپنے احساسات اور ان سے اپنی وابستگی کا اظہار فرمایا تھا۔ بدقسمتی سے وہ اس دن کے دیکھنے اور ان کی مسرتوں میں حصہ لینے کے لیے ہم میں موجود نہیں ہیں۔ دو سال قبل اپنی آزادی کے حصول پر جو ہمارے اپنے جذباتِ مسرت تھے وہ ہمیں اچھی طرح یاد ہیں۔ اس لیے انڈونیشیا کے عوام کے بھی جو

احساسات ہیں انھیں یقین دلاتی ہوں کہ ہماری بہترین تمنائیں ہمیشہ ان کے ساتھ ہوں گی''۔ ۱۰۴؎

بیسویں صدی کی پہلی نصف دہائی اپنے آخری سال کا آغاز کر چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی خاتون پاکستان اپنی عمر عزیز کے ستاون ویں برس میں اور پاکستان تیسرے سال میں داخل ہو چکا تھا۔ تعمیر پاکستان کا عمل جاری تھا۔ خاتون پاکستان کی خدمات وطن عزیز کے لیے ویسی ہی تھیں جیسا کہ ابتدائی دنوں میں۔ ۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوی ایشن کے سپاس نامے کے جواب میں آپ نے انھیں نصیحت کرتے ہوئے کہا:

''جس طرح آپ نے جدوجہد آزادی میں اپنا حق ادا کیا اسی طرح آپ پاکستان کی تعمیر میں بھی حصہ لیں''۔ ۱۰۵؎

ان دنوں بعض مفاد پرست عناصر قوم میں نفاق کا بیج بونے کے مرتکب ہو رہے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ قوم صوبائی تعصب کی زد میں آ کر اپنی شناخت کے راستے سے بھٹک جائے۔ مسلم لیگ جو پاکستان کی خالق جماعت تھی، اُس میں بھی دراڑیں پڑ رہی تھیں۔ دوسرے صوبوں کی طرح اب صوبہ سندھ میں بھی مسلم لیگ اندرونی سیاسی چپقلش کا شکار ہو رہی تھی۔ یوسف ہارون اور محمد ایوب خان کھوڑو، دونوں متحارب گروپ آپس میں الجھ رہے تھے۔ ان سیاست دانوں سے مایوس عوام کی نظر اُمید خاتونِ پاکستان ہی پر تھی کیونکہ ان کے خیال میں پاکستان اور مسلم لیگ قائداعظمؒ کی امانت تھے اور ان کی صحیح امین خاتونِ پاکستان تھیں۔

خاتون پاکستان نے نہایت دانش مندی اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو عملی سیاست سے دور رکھا تھا کیونکہ بانئ پاکستان کی ہمشیر ہونے کے ناتے مفاد پرست عناصر آپ کی عملی سیاست کو غلط تعبیر دے سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے قوم کو راہنمائی سے محروم نہ کیا۔ روزِ اوّل ہی سے اپنے بیانات اور تقاریر کے ذریعے نو آزاد مملکت اور قوم کی رہبری کا فرض سرانجام دیتی رہیں۔ جنوری ۱۹۵۰ء میں آپ صوبہ سندھ کے دورے پر نکلیں۔

۱۴ جنوری کو حیدرآباد میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صوبہ پرست عناصر پر سخت تنقید کی:

''میں صوبہ پرست حضرات کو آگاہ کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ جان بوجھ کر غیر شعوری طریقہ سے بذات خود اپنی قوم کو ساتھ لے کر قعر تباہی میں گر رہے ہیں۔ پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ ہم اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ اس لیے وہ جو اس راہ سے لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں دشمن اسلام کہلانے کے مستحق ہیں''۔۱۰۶؎

قوم کو خبردار کرتے ہوئے آپ نے مزید کہا:

''صوبائی تعصب کی بنیادوں پر مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنا نہ صرف غیر اسلامی جذبہ ہے بلکہ وہ لازمی طور پر ہماری ناکامی اور زوال کا باعث بن سکتا ہے۔ اخوت اسلامی کے بندھن معبود حقیقی کی حکمت عملی سے ہم پر لاگو کیے جاتے ہیں۔ انھیں انسان کی پیدا کردہ صوبائی حدود میں کس کر کمزور بنانا یا توڑنا نہیں چاہیے۔ یہ بندھن ہمارے لیے مقدس ہیں۔ اس لیے ان کی استواری کی راہ میں ہر رکاوٹ تعلیمات اسلام کے بنیادی اصول کے خلاف ہے''۔۱۰۷؎

پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کے حوالے سے اپنے اسی خطاب میں آپ نے واشگاف الفاظ میں اسلام کی حقانیت اور افادیت کا ذکر کیا:

''استقلال پاکستان کے بعد ہم سب کو یہ زریں موقع نصیب ہوا ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں ارکان اسلام کو مدنظر رکھیں صرف ذاتی منفعت کے خیال ہی سے نہیں بلکہ ساری قوم کی عظمت وشان کی خاطر بھی۔ ہمیں وہ راہ عمل اختیار کرنا چاہیے جس پر گامزن ہو کر اسلام کے اولین دور میں لاکھوں

انسانوں کی توجہ دین متین کی طرف مبذول کرائی گئی تھی۔ اب بھی اسلام کے اصولوں کو عملی دنیا سے الگ نہیں رکھنا چاہیے۔ ہمیں اس زریں موقع سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے جو ہمارے محبوب قائداعظمؒ نے ارکان اسلام کے مطابق تزکیہ حیات کے لیے ہمیں بخشا ہے، کوئی ترغیب آپ کو اپنے راستے سے نہ ہٹا سکے۔ دنیا و مافیہا میں ہماری مسرت کا اسی حقیقت پر انحصار ہے۔ اقوام عالم کے دوش بہ دوش اپنے اثر و اقتدار میں ہم اسی صورت میں اضافہ کر سکتے ہیں اور اس دنیا کو مصائب و آلام سے نجات کی راہ دکھلا سکتے ہیں''۔ ۱۰۸؎

مہاجرین کے مسئلہ کو اسلامی تاریخ کے تناظر میں اس طرح بیان کیا کہ مواخات مدینہ منورہ کا دلنشیں منظر عوام کی نظروں میں گھوم گیا۔ متذکرہ خطاب میں ہی آپ نے فرمایا:

''مہاجرین کا مسئلہ کتنا ہی سنگین و دشوار سہی وہ سب سے پہلے خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور حیات میں لاحق ہوا تھا۔ اس وقت ذاتی آسائشوں کے خیال کو ترک کر کے انصار مدینہ مہاجرین کے استقبال کے لیے گھروں سے نکل آئے اور مصائب و آلام کا وہ پہاڑ ایک لمعۂ خلوص و محبت کے زیرِ اثر موم کی مانند پگھل کر رہ گیا۔ ہم ان کے نقوشِ قدم پر چل کر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ہر مسلمان خواہ وہ کسی سرزمین کا رہنے والا ہو دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ یہ الفاظ محض طفل تسلیوں کے لیے کافی نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان الفاظ کی روح ہمارے ارباب سیاست اور عوام کے اعماق قلب سے اسی گرمئ گفتار کی صورت نکلے جو زندگی کو کامیاب بنا دیتی ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ نہ صرف آسان بلکہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائے گا''۔ ۱۰۹؎

خاتون پاکستان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے سرشار تھیں۔ آپ کے نزدیک ہادی

اعظم ﷺ کی تعلیمات ہی دنیا کے تمام مادی اور روحانی مسائل کا حل تھیں۔ اپنے متذکرہ خطاب کے اس حصہ میں آپ زندگی کا بہت عمیق نظر سے جائزہ لیتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں:

''اس وقت دنیا ایک عجیب دور سے گزر رہی ہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کشمکش کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اس وقت سب سے بڑا مرحلہ جو ساری دنیا کے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں کس طرح یگانگت و مساوات قائم کر دی جائے۔ کیونکہ نصب العین کے اختلافات نے مختلف طبقوں میں بھاری امتیازات پیدا کر دیئے ہیں۔ زندگی کے مادی مفاد اس بری طرح حاوی ہو گئے ہیں کہ اخلاقی قدریں بالکل ختم ہو گئی ہیں''۔۱۱۰؎

اسلام کے سوا ہر نظام زندگی آپ کے نزدیک باطل اور ایسے چنگل کی مانند تھا جو معصوم انسانیت کو اپنے پُرفریب نعروں میں پھانس کر راندۂ درگاہ کر سکتا تھا۔ اپنے اسی خطاب میں آگے چل کر کہتی ہیں:۔

''ملوکیت واشتراکیت یعنی کیپٹل ازم اور کمیونزم کے چنگل کھلم کھلا ہر طرف سے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ سائنس جس کا بنیادی مقصد خدمت الناس اور حصول مسرت تھا، نہایت تیزی کے ساتھ تباہی اور بربادی کی صورتیں پیدا کر رہی ہے۔ دنیا کے اس سب سے بڑے طوفان سے اب بھی بچ کر نکلنا ممکن ہے بشرطیکہ سب لوگ اسوۂ رسول پاک ﷺ کی پیروی کے لیے سچے دل سے تہیہ کر لیں۔ اسلام دنیا بھر کے لیے ایک بلند مطمحِ نظر پیش کرتا ہے جس سے بلا شبہ ہر مرض کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ آؤ! ہم سب مل کر تعلیمات رسول پاک ﷺ کی پیروی کریں''۔۱۱۱؎

اپنے اسی خطاب میں اسلام کے ودیعت کردہ حقوق نسواں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''ظہور اسلام کے فوراً بعد ہی عورت کو وہی درجہ نصیب ہو گیا جس کا مستحق

صرف مرد کو قرار دیا گیا تھا۔ انھوں نے حق وراثت کو بھی منوالیا۔ صدیاں گزرنے کے بعد باقی دنیا نے حقوق نسواں کے بارے میں تعلیمات اسلام کو قبول کیا۔ گویا اسلام اولین مذہب ہے جس نے سب سے پہلے عورت کو اثر و اقتدار بخشا۔ بلا شبہ اخوت و مساوات اور صداقت و انصاف میں وہ مسلمہ ستارے ہیں جن کی تابش سے عہد حاضر میں فائدہ اٹھایا گیا۔ وہ فرانس کے انقلاب کا دور ہو یا انگلستان کے انقلاب کا۔ اسلام نے نسلی اور قومی اعتبار سے ایک انسان کو کبھی دوسرے پر ممتاز نہیں ٹھہرایا۔ اس نے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق دیے ہیں''۔ ۱۱۲؎

اس سے اگلے ہی روز ۱۵ جنوری کو لیڈیز کلب حیدر آباد سے خطاب کرتے ہوئے خواتین کی حصول پاکستان کے ضمن میں جدوجہد اور خلوص کو سراہا:

''جب میں حصول پاکستان کے ضمن میں ہندوستان کی مسلم خواتین کی جدوجہد کو یاد کرتی ہوں تو میرا دل فخر سے معمور ہو جاتا ہے۔ وہ آپ ہی تھیں جنھوں نے مردوں کے تخیل میں انقلاب پیدا کیا اور اپنے حلقۂ اثر میں اس نظریہ کی اشاعت کی، یہاں تک کہ اپنے نوعمر بچوں کے دلوں میں بھی اس کے حصول کا ایک زبردست ولولہ پیدا کر دیا جس کی بدولت ان میں وقعت کردار پیدا ہوگئی کہ وہ دل و جان سے پاکستان کے شیدائی بن گئے اور آج وہی اس کے سچے خادم بن رہے ہیں''۔ ۱۱۳؎

اپنے اسی خطاب میں خواتین کو تاکید کی کہ ڈاکٹری ایک معزز اور شریفانہ پیشہ ہے بلکہ گھر کی چار دیواری سے میدان جنگ تک عورت اس فن کے ذریعے عوام اور انسانیت کی خدمت کر سکتی ہے۔ ۱۱۴؎

اسی تاریخ کو طلبہ لاء کالج حیدر آباد کے سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے طلبہ پر زور دیا

کہ وہ مملکت پاکستان کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو جائیں اور ہر شعبہ زندگی میں اپنے جو ہر نمایاں کریں۔۱۱۵؎

خاتون پاکستان دل سے متمنی تھیں کہ پاکستان میں اسلامی تعلیمات کو فروغ ملے اور ہماری زندگی ان ابدیِ تعلیمات سے مزیّن ہو سکے۔ اپنی اسی خواہش کا اعادہ آپ نے ۱۸ جنوری کو زنانہ انجمنِ تبلیغ اسلام کراچی کے جلسہ میلاد النبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کیا:

''خدا کرے انسانیت کو رسول پاک ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کی توفیق نصیب ہو''۔۱۱۶؎

۱۴ فروری ۱۹۵۰ء کو مدرسہ بنات الاسلام کراچی کی پہلی سالگرہ کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ایک بار پھر مسلمان خواتین کی تعلیم وتربیت پر زور دیا۔آپ نے خوشی کا اظہار کیا کہ آزادی کے بعد اب تعلیم کے کہیں زیادہ مواقع میسر ہیں:

''ایک زمانہ وہ تھا جب کہ عورتوں کا کیا ذکر خود مسلمان مردوں کو بھی تعلیم میں پیچھے رکھا گیا تھا لیکن جب آزادی کی لہر آئی اور حصول پاکستان کا نصب العین پیش ہوا تو مسلمان عورتیں بھی اپنے طویل خواب غفلت سے بیدار ہوئیں اور ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے آزادی کی جدوجہد میں ایسی روح پھونکی کہ پاکستان حاصل کر کے دم لیا۔اسی بیداری کا نتیجہ ہے کہ آج خواتین، پاکستان میں تعلیم وترقی کا ایک زبردست جذبہ موجزن ہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی ایسی جماعتیں بھی جولڑکیوں کی تعلیم کی زیادہ حامی نہیں تھیں۔آج اس کے فوائد سے آگاہ ہو کر اپنی لڑکیوں کو جوق در جوق تعلیم کے لیے بھیج رہی ہیں''۔۱۱۷؎

خاتون پاکستان کے نزدیک ذہنی نشوونما کے لیے جسمانی صحت وتندرستی بھی ضروری تھی۔آپ چاہتی تھیں کہ خواتین اور خاص طور پر نوجوان طالبات پڑھائی کے ساتھ ساتھ

جسمانی نشوونما کے لیے مختلف کھیلوں اور ورزشوں پر بھی توجہ دیں تا کہ وہ معاشرہ کی ایک فعال رکن بن سکیں۔ اپنی اسی تقریر میں اس حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا:

''مجھے یہ معلوم کر کے بھی خوشی ہوئی کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ گنجائش کے مطابق یہاں لڑکیوں کے لیے کھیلوں اور ورزش کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ صحت کی برقراری اور جسمانی نشوونما کے علاوہ جرأت وہمت اور بعض اخلاقی صفات کو اجاگر کرنے میں کھیل کود اور ورزش کا بڑا اہم حصہ ہوتا ہے جس کی ہماری لڑکیوں کو بڑی ضرورت ہے''۔۱۱۸؎

جسمانی صحت کے ضمن میں ہی یکم مارچ ۱۹۵۰ء کو پنجاب ڈینٹل ہسپتال لاہور میں کل پاکستان ہفتہ صحتِ دنداں میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''یہ افسوس ناک امر ہے کہ پاکستان میں صرف ایک ڈینٹل کالج ہے اور وہ بھی عہد طفولیت میں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مزید ڈینٹل کالجوں اور ہسپتالوں کا قیام عمل میں لایا جائے''۔۱۱۹؎

خاتون پاکستان جہاں دیگر معاملات میں حقِ راہنمائی ادا کرتی رہیں وہاں آپ قوم کی صحت وتندرستی کے ضمن میں بھی مسیحا ثابت ہوئیں اور ہر اہم موقع پر اس طرف راہنمائی کی۔ مارچ کی بائیسویں تاریخ کو آل پاکستان یونانی طبی کانفرنس کے افتتاحی خطاب میں آپ نے کہا:

''آپ کی رفتار اسی وقت تیز ہوسکتی ہے جب آپ ایک با قاعدہ اسکیم کے تحت سائنٹفک خطوط پر طبی تعلیم وتربیت کے کالج اور ادارے قائم کریں تا کہ بہتر طریق تعلیم کے ذریعے طبیب حاصل ہوسکیں جو پیشہ کے وقار کو بھی بلند کریں اور علمی مضامین اور فنی تحقیقات سے بھی اس طب کو مالا مال کر دیں۔ یونانی ادویہ نہایت مفید اور مؤثر ہوتی ہیں خصوصاً کہنہ بیماریوں کے زیادہ

مفید علاج اس طب میں پائے جاتے ہیں۔ پھر یہ علاج ارزاں بھی ہے
جو ہماری غریب آبادی کے لیے زیادہ موزوں ہے''۔۱۲۰۔

اس خطاب کے ایک دن بعد ۲۴ مارچ کو ہمدرد وغمگسار خاتون پاکستان نے لاہور میں گونگے اور بہرے بچوں کی درسگاہ کے معائنہ کے بعد سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''سوسائٹی کی سرپرستی کے لیے آپ نے مجھ سے درخواست کی ہے۔ مجھ
سے جو خدمت ہوگی اس کے لیے میں ہروقت حاضر ہوں''۔۱۲۱۔

آپ کی ان تھک کوششوں کے نتیجہ میں وطن عزیز کی خواتین کافی حد تک بیدار ہو چکی تھیں۔ اب انھیں اپنی ذمہ داریوں کا بھی ادراک ہو چلا تھا۔ تعمیر وطن میں پہلے سے زیادہ سرگرمی سے شریک خواتین کی نگاہیں اب بھی خاتون پاکستان ہی پر تھیں۔

۱۲ مئی ۱۹۵۰ء کو نیوٹاؤن گرلز اسکول کراچی میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سارے پاکستان میں روز افزوں، تعلیم نسواں میں دلچسپی کا اظہار ہورہا ہے اور اس سے بڑا اطمینان ہوتا ہے۔۱۲۲۔

بانئ پاکستان کو قوم سے بچھڑے ہوئے دو سال ہو چکے تھے۔ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی ہمشیر باتدبیر پوری تن دہی اور جان فشانی سے قوم کی راہنمائی میں منہمک رہیں۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۰ء کو قائداعظمؒ کی دوسری برسی کے موقع پر قوم سے مخاطب ہوکر ایک بار پھر کشمیر کی آزادی پر زور دیا۔ آپ کی نظر میں مسئلہ کشمیر کا واحد حل وہاں کے عوام کی خواہش اور آواز کو مدنظر رکھتے ہوئے غیر جانبدار استصواب رائے تھا اور اسی کے لیے آپ آخر دم تک کوشاں رہیں۔

۲۲ دسمبر ۱۹۵۰ء کو عید میلاد النبی ﷺ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر آپ نے اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات قرار دیا اور زور دیا کہ ہماری دنیوی اور اخروی نجات و بہتری صرف اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی میں ہے۔ آپ نے کہا:

''پیغمبرِاسلام ﷺ کی پاک زندگی میں ہمارے لیے زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کا ایک بہترین نمونہ موجود ہے''۔ ۱۲۳؎

دینِ اسلام کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''صحیح اسلام سے ہماری کیا مراد ہونی چاہیے۔ دراصل صحیح اسلام عبارت ہے جمہوریت اور آزادی، صداقت اور راست بازی، انصاف اور بھلائی سے۔ کاش پاکستان کا قیام ایک ایسا ذہنی انقلاب پیدا کردے کہ ہمارے عوام ان سارے غلط طور طریقوں کو یکسر بدل دیں جو انھوں نے محض رواجاً اختیار کر لیے ہیں اور ان کی بجائے اپنی روزمرہ زندگی کو اس سچی اسلامی تعلیمات کے نقش پر ڈھال لیں جو سادہ بھی ہے اور قابلِ عمل بھی اور جس سے بہتر ضابطۂ حیات دنیا آج تک پیش نہ کر سکی۔ ہماری ہر گونہ ترقی کا یہی واحد اور صاف، سیدھا اور بے خطر راستہ ہے''۔ ۱۲۴؎

حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اسلام کو جو عظمت و سربلندی حاصل ہوئی، اُسے خاتونِ پاکستان نے اسلامی ضابطۂ حیات کی پابندی، بلند کرداری، صداقت اور راست بازی کا نتیجہ قرار دیا۔ آپ کے نزدیک یہی اہم نکات اگر ہم اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہماری حیات سرخ رو اور کامیاب نہ ہو، آپ نے مزید کہا:

''جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اسلام کو جو عظمت حاصل ہوئی وہ محض اسلامی ضابطۂ حیات کی مکمل پابندی اور کردار کی بلندی کا نتیجہ ہے۔ صداقت اور راست بازی اصحاب کرامؓ کا خاص طرۂ امتیاز تھا۔ انھوں نے زر و جواہر کو ٹھوکر لگادی مگر راہِ صداقت میں ان کے قدموں کو کبھی لغزش نہ ہوئی۔ وہ وہی کہتے تھے جو وہ سچ سمجھتے تھے اور وہی کرتے تھے جو وہ کہتے تھے۔ ان کے دل آئینے کی طرح صاف تھے۔

وہ اپنی زبان کی پابندی کا بڑا خیال رکھتے تھے خواہ اس میں ان کا کتنا ہی نقصان ہوجائے۔ ہمیں اسلامی تعلیم کا ایسا نمونہ بن جانا چاہیے جس کی بدولت اسلام نے ابتدا ہی میں لاکھوں اشخاص کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا''۔۱۲۵؂

خاتون پاکستان کی بصیرت افروزی سے یہ نکتہ کیونکر پنہاں رہ سکتا تھا کہ قوموں کے عروج وزوال میں ان کے کردار کی پختگی اور طہارت کس قدر اہم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم اپنی زندگی میں زوال اور ادبار کا شکار اسی وجہ سے ہیں کہ نہ عہد کی پاسداری ہے تو نہ ہی حق گوئی و بے باکی کا سودا۔ دین اسلام کی عطا کردہ تعلیمات محض زبان و بیان کی حد تک شریک حیات ہیں جبکہ عملی زندگی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ خاتون پاکستان عظیم قائد کی طرح صاف گو، باعمل اور بلند کردار کی حامل تھیں۔ آپ چاہتی تھیں کہ قوم بھی انہی خواص سے مزین ہوکر عروج واقبال سے آشنا ہو۔ متذکرہ خطاب ہی میں آپ فرماتی ہیں:

''قومی کردار ہی مملکت کی بقا وترقی کا اصل سرچشمہ ہے اور ایک کامیاب زندگی کا راز بھی کردار ہی میں پوشیدہ ہے۔ جس قوم میں کردار نہ ہو وہ نہ تو اپنی آزادی کی قدر کرسکتی ہے نہ ہی اس کی حفاظت اور مدافعت۔ ہمارے قومی جسد پاکستان کی اصل روح اسلام ہی ہے جس کے بغیر اس کی ترقی ہمارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اعلیٰ اخلاقی ضابطہ رکھنے والی اسلامی جمہوریت ہی ہمارے عوام کے درد کا مداوا بن سکتی ہے۔ یہ نوجوانوں کا کام ہے کہ اپنے اعلیٰ کردار کے ذریعہ ایک ایسے صالح معاشرہ کی نشوونما کریں جو قوم کی معاشرتی زندگی اور اس کے اعمال کی تہذیب اور اصلاح کرسکے۔ اسی کی بدولت درخشاں تاریخ اسلام میں وہ اپنے سنہری باب کا اضافہ کرسکیں گے''۔۱۲۶؂

اسلام میں خواتین کو دیے گئے حقوق و مرتبہ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا:

''اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے عورت کو ایک اونچا درجہ عطا فرمایا ہے۔ فی الحقیقت ہمارے لیے یہ بڑی قابل فخر بات ہے کہ وہ پہلی ہستی جو رسول خدا ﷺ پر ایمان لائی وہ ایک خاتونؓ تھیں جنھوں نے اسلام کی ابتدا میں رسول خدا ﷺ کی ہمت بندھائی اور ہر ممکن طریقہ سے ان کا ساتھ دیا۔ اس مقدس خاتون نے وہ شمع جلائی جسے روشن رکھنے والے اس وقت کروڑوں انسان دنیا میں موجود ہیں۔ ان کا اسوۂ حسنہ ہماری خواتین کے لیے بھی پیغام عمل دے رہا ہے۔ وہ بھی اپنے ایمان کو استوار کر کے اس برگزیدہ خاتون کے نقش قدم پر چلیں اور اسلام کے شجر کی ایسی آبیاری کریں کہ اس کی ہری بھری شاخیں پھلتے پھولتے پوری کائنات پر سایا فگن ہوجائیں''۔ ۱۲۷ے

خاتون پاکستان نے قوم کو شعور و بیداری، اخوت و بھائی چارہ، شجاعت وصداقت اور اسلامی اصولوں کی پاسداری کی تلقین کرتے ہوئے متذکرہ خطاب میں ہی کہا:

''سب سے پہلے تعلیم کی طرف توجہ کرنا چاہیے تا کہ شعور بیدار ہو اور ساتھ ہی اسلامی اصولوں اور احکام سے اچھی طرح واقفیت ہو جائے۔ یاد رکھیے کہ اسلام کا سب سے پہلا سبق اخوت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس برادرانہ تعلق کے فرمان نے ہماری آپس کی تفریق اور رنگ تخیل کو قطعی مٹا دیا اور ہمیں وحدت خیال کے مرکز پر لا کھڑا کیا۔ اس کے بعد صداقت، شجاعت، محبت اور انصاف ہے۔ اسی میں ہماری قوت ہے اور یہی ہمارے عروج اور ترقی کا خزانہ ہے۔ اسلام ایک تناور درخت ہے جس کی جڑیں تمام اقصائے عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اس قدر مضبوط اور مستحکم ہے کہ بادِصرصر کے جھونکے اس کو کوئی

نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔۱۲۸؎

ادھر قومی سطح پر اسلامی اصولوں تو کیا، صحیح طرح جمہوری اقدار کی بھی پاسداری نہیں ہو رہی تھی۔ شعبدہ باز سیاستدانوں نے جمہوری اقدار کی پامالی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ خاتون پاکستان کے لیے یہ سب کسی صدمہ سے کم نہ تھا۔ آپ کو اس کا بھی قلق تھا کہ موقع پرست سیاستدانوں کی حرکتیں نہ صرف مسلم لیگ بلکہ پاکستان کے لیے بھی رسوائی کا باعث بن رہی تھیں۔ آپ ہر موقع پر اپنے بیانات کے ذریعے نہ صرف قوم بلکہ راہنمایان قوم کو بھی راہ راست سجھاتی رہیں لیکن افسوس سیاستدانوں نے آپ کے مشوروں کو نظر انداز کیا جس کا خمیازہ مسلم لیگ کو سخت انتشار کی صورت میں بھگتنا پڑا۔

پنجاب میں نواب افتخار ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ کی رسہ کشی کا منطقی نتیجہ پنجاب میں گورنر راج کی شکل میں ظاہر ہوا۔ نواب افتخار ممدوٹ نے ان حالات سے مایوس ہو کر مسلم لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی اور اکتوبر ۱۹۵۰ء میں جناح مسلم لیگ کی بنیاد رکھی جو بعد میں حسین شہید سہروردی کی جماعت پاکستان عوامی لیگ کے ادغام سے جناح عوامی مسلم لیگ کہلائی۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب کے صوبائی انتخابات کے دوران میں جب لیاقت علی خان پنجاب کے دورے پر آئے اور مسلم لیگ کی حمایت میں جلسے کیے تو جواب میں نواب افتخار ممدوٹ نے اعلان کیا کہ خاتون پاکستان جناح عوامی مسلم لیگ کی حمایت میں پنجاب کا دورہ کریں گی۔ نواب افتخار ممدوٹ کے اس اعلان کو اس بات سے بھی تقویت ملی کہ خاتون پاکستان اور وزیر اعظم لیاقت علی خان کے درمیان اختلافات کی صدائے بازگشت مدت سے سنی جا رہی تھی۔۱۲۹؎

لیکن خاتون پاکستان نے اس اعلان کی تردید کی اور نہ ہی تصدیق، البتہ ۶ مارچ ۱۹۵۱ء کو اہل پنجاب کے نام ایک پیغام میں دوٹوک انداز میں اپنی رائے کا اظہار یوں کیا:

''حصول آزادی کے بعد انقلابی تبدیلیاں نئے نظام کا تقاضا کر رہی ہیں۔

عوام کا فرض ہے کہ وہ نہایت دانش مندی سے نئے حالات کا جائزہ لے کر ان تبدیلیوں کو اپنائیں۔ کئی اصحاب نے پنجاب کے ہونے والے انتخابات کے سلسلہ میں میرا مشورہ طلب کیا ہے۔ میں اہل پنجاب پر یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ انھیں ان انتخابات کی اہمیت کے پیش نظر یہ احساس کرنا چاہیے کہ ان کے یہ ووٹ ہماری عظیم المرتبت قوم کی قسمت پلٹنے میں نمایاں کردار ادا کریں گے۔ پاکستان میں جمہوری نظام رائج کیا جانا تھا اور جمہوری دستور کے بنیادی تقاضے یہ ہوا کرتے ہیں کہ عوام کو آزادانتخابات کا حق دیا جائے۔ اہل پنجاب کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ وہ بلاخوف وخطر صحیح نمائندوں کو ووٹ دیں۔ انھیں دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے نہ ہی دلفریب وعدوں سے متاثر ہونا چاہیے۔ ووٹ ایک مقدس امانت ہے اور یہ متاع خرید وفروخت نہیں۔ یاد رکھیے کہ اگر آپ نے اپنے ضمیر کے خلاف ووٹ دیا تو یہ قوم سے غداری ہوگی ۔ قائداعظمؒ کے حقیقی اور وفادار پیروکاروں کی حیثیت سے آپ جرأت کے ساتھ اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق اپنا فرض ادا کریں‘‘۔ ۱۳۰؎

۲۱ اپریل ۱۹۵۱ء کو یوم اقبالؒ کی ایک تقریب، منعقدہ لاہور میں خطاب کرتے ہوئے قوم کی بے عملی اور پیمان فراموشی کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی دکھ سے کہا:

’’مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اپنے عہدو پیماں کو فراموش کر دیا ہے جس کی وجہ سے ہماری قوم میں اضمحلال پیدا ہو گیا ہے۔ وہ صداقت اور حقیقت کا اظہار کرنے کی جرأت نہیں رکھتی، اسی وجہ سے پامال ہو رہی ہے۔ لیکن اب وقت آ چکا ہے کہ آپ ایک بے لوث صداقت پسند قوم کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کر کے پاکستان کی تعمیر میں

حصہ لیں۔ اگر آپ کو اپنی بقا مقصود ہے تو ضمیر فروشی سے گریز کر کے انصاف اور ایمان کے راستہ پر گامزن ہو جائیں۔ اسی میں آپ کی ترقی کا راز مضمر ہے''۔۱۳۱؎

فکر اقبالؒ کی روشنی میں قوموں کے عروج و زوال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ:

''قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ ان کی فکری ترقی اور تنزل سے نہایت قریبی تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے شاعرِ مشرق کی تمام تر کوشش یہی رہی کہ ذہن انسانی کو جمود سے حرکت اور پستی سے بلندی کی راہ پر ڈال دیں۔ ان کی شاعری میں ایسی زندگی بخش حرارت موجود ہے جو ایک مردہ قوم کو بھی حیات تازہ بخش سکتی ہے۔ ایک طرف دور انحطاط میں ان کی شاعری کسی قوم کو ذلت کی گہرائیوں سے نکال سکتی ہے تو دوسری طرف ترقی کے مختلف ادوار میں بھی اسی طرح حصول کمال کی طرف ہماری رہبری کرسکتی ہے''۔۱۳۲؎

خاتون پاکستان جمہوری اقدار کی پابند خاتون تھیں۔ آپ کی تربیت قائداعظمؒ جیسے جمہوریت کے علمبردار شخص نے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ قوم کو بھی جمہوری مزاج کی تلقین کرتی تھیں اور ملک میں بھی جمہوریت کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی تھیں۔ آپ کی بڑی خواہش تھی کہ دستور پاکستان جلد از جلد مدون ہو جائے تا کہ قوم دستور کے نفاذ کے بعد ترقی کے مدارج طے کر سکے۔

۲۸/اپریل ۱۹۵۱ء کو زمیندارہ کالج گجرات کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ان پر زور دیا کہ وہ قائداعظمؒ کی حیات اور اصولوں کا سائنٹفیک انداز میں مطالعہ کریں اور ان کے اصولوں کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے اپنے کردار مصفّا کریں تا کہ ایک صالح معاشرہ پروان چڑھ سکے، آپ نے مزید کہا:

''آج ہمارے عوام کا یہی مطالبہ ہے کہ پاکستان کی بنیاد صحیح جمہوریت کے اصولوں پر رکھی جائے جس میں مساوات اور عدل و انصاف کی بنیاد پر ہر شخص کو ترقی کے یکساں مواقع مل سکیں اور جہاں کوئی شخص اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دوسرے اشخاص کو اپنے اغراض کا شکار نہ بنا سکے۔ ہمارا نیا دستور ہنوز زیر ترتیب ہے اور تین طویل سال گزرنے کے باوجود اس کی جلد تکمیل کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میرے حالیہ دورۂ لاہور کے زمانہ میں کئی مواقع پر مجھے دستور کی تدوین میں تاخیر کی طرف متوجہ کیا گیا۔ اس غیر معمولی تاخیر کو سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں۔ کسی قوم کی آزادی کی بنیاد اس کے دستور پر ہی ہوتی ہے اور وہ ترقی کے مدارج طے نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے دستور کا نفاذ نہ ہو جائے اس لیے اس اہم قومی ضرورت کی تکمیل کی طرف فوری توجہ مرکوز کر دی جائے''۔ ۱۳۳ ؎

خاتون پاکستان کا اسلام اور اسلامی تاریخ سے شغف روز روشن کی طرح عیاں تھا آپ کے خیال میں مادی ترقی کے ساتھ روحانی ترقی بھی از حد ضروری تھی کہ یہی قوموں کو اوج کمال تک پہنچاتی ہے۔ ۱۸ مئی ۱۹۵۱ء کو ماہرین تعلیم اور حکومت وقت سے مخاطب ہو کر کہا:

''بچوں کے لیے محض مادی علوم کا بندوبست کر دینا ہی کافی نہیں کیونکہ ہماری روح بھی صحیح غذا کی طلب گار ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ اپنے بچوں کی مادی ترقی کے ساتھ روحانی ترقی کو نظر انداز نہ کریں۔ ہمارے سکولوں میں تاریخ اسلام کو لازم مضمون کے طور پر شریک نصاب کیا جانا چاہئے تا کہ ہماری نو خیز نسل اپنے اسلاف کے زریں کارناموں سے فکری تحریک حاصل کر سکے''۔ ۱۳۴ ؎

۵ جولائی ۱۹۵۱ء کو عید الفطر کے موقع پر قوم کے نام مبارک باد کے پیغام میں آپ نے

اسلام کے نظریۂ وطنیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ:

''اسلام تمام حد بندیوں سے گزر جاتا ہے خواہ ان کی نوعیت جغرافیائی ہو یا مملکتی یا کوئی اور۔ یہی وہ رشتہ ہے جس نے کراچی تا قاہرہ، مراکش تا ملایا اورانقرہ تا اراکان کرۂ ارض کے سارے مسلمانوں کو باہم متحد کردیا ہے''۔۱۳۵؎

مظلوم ومقہور قوموں سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے اُن کے مسئلہ کا واحد حل صرف حق خودارادیت بتایا:

''آج جب کہ دنیا ایک عالم انتشار میں ہے اور جب کہ نظریات وتصورات کے تصادم نے انسانیت کے سمندر میں ایک طوفان برپا کررکھا ہے، واحد حل جوامن اور سکون پیدا کرسکتا ہے یہی ہے کہ کسی ملک کے باشندوں کی قسمتوں کے تعین کا اختیار صرف اسی سرزمین کے سپوتوں کو ہی حاصل ہو جائے''۔۱۳۶؎

اقوام عالم کی صف میں باوقاراور پائیدارمقام کا حصول صرف معاشی استحکام اور اقتصادی آزادی ہی سے ممکن ہے۔اس کا ادراک بھی خاتون پاکستان کوخوب تھا،متذکرہ پیغام میں کہتی ہیں:

''ہماری تمام تر کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اپنی اندرونی قوت کو اُبھاریں اوراپنے معاشی حالات کی اصلاح کریں جس سے مملکت کی ترقی،خوشحالی اوراستقلال میں بڑی مدد ملتی ہے۔اقتصادی ترقی کے بغیر کسی مملکت کا سیاسی اقتدار ایک ایسا سایا بن جاتا ہے جس کی کوئی اصل نہ ہو......یعنی ایک بے معنی چیز۔معاشی احتیاج بھی ملک کی آئندہ ترقی کی راہ میں ہمیشہ حائل ہوتی رہے گی''۔۱۳۷

اسلامی تہذیب وثقافت کا احیاء بھی خاتون پاکستان کی اولین ترجیح رہی۔ آپ نے اس پہلو پر اکثر اظہار افسوس کیا کہ نوجوان نسل مغربی علوم اور تہذیب وثقافت کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو رہی ہے۔ آپ کے نزدیک اسلامی تہذیب اور معاشرت میں وہ تمام تر خوبیاں موجود تھیں جو کسی بھی تہذیب یافتہ قوم کا ورثہ ہو سکتی ہیں۔ ضرورت صرف اسلامی تہذیب اور تمدن کا مطالعہ کرنے اور پرکھنے کی ہے۔ ۱۸ اگست ۱۹۵۱ء کو یہی مسئلہ زیر بحث لاتے ہوئے آپ نے وضاحت کی:

> ''مسلمان، آرٹ کے ایک عظیم الشان ورثے کے مالک ہیں مسلم آرٹ نے تہذیب انسانی پر ایک انمٹ نقش ثبت کیا ہے۔ ہمارے بعض تاریخی خزانوں کی تعمیری فنکاری نے عالمی توصیف حاصل کی ہے اور انھیں فنکارانہ اظہار خیال کا اوج کمال قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے قوت و اقتدار نکل گیا تو علوم وفنون کی ترقی بھی رُک گئی۔ اب آزادی کا سورج طلوع ہو چکا ہے، ہمیں قوت و اقتدار حاصل ہو گیا ہے اور عظمت رفتہ کی بحالی کے ساتھ اپنے علم وادب میں ایک درخشاں باب کے اضافہ کا موقع مل گیا ہے۔ آپ دوسرے ممالک کے فنون لطیفہ کا شوق سے مطالعہ کریں مگر اپنی اسلامی روایات سے کبھی انحراف نہ کریں''۔ ۱۳۸ ؎

بابائے قوم کو بچھڑے ہوئے تین برس ہو چکے تھے۔ خاتون پاکستان اسی تن دہی اور خلوص سے قوم کی راہنمائی کر رہی تھیں جس کی ان سے توقع تھی۔ قائداعظمؒ کی وفات کے بعد صحیح معنوں میں پاکستان کی نگہدار اور پاسبان آپ ہی تھیں۔ ارباب اختیار تو محض حکمرانی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آئین پاکستان ہنوز توجہ کا طالب تھا۔ کشمیر اور مہاجرین کے مسائل ابھی تک حل طلب تھے۔ ایسے میں ۱۱ ستمبر ۱۹۵۱ء کو بابائے قوم کی تیسری برسی کے موقع پر ریڈیو پاکستان سے آپ نے قوم کو مخاطب کیا۔ آپ کی یہ تقریر براہ راست نشر ہو رہی تھی۔

یہ نوابزادہ لیاقت علی خان کا دورِحکومت تھا جو بظاہر جمہوریت کے لبادہ میں ملبوس تھا لیکن اس ''جمہوری'' دور میں بھی خاتونِ پاکستان کی نشری تقریر کے دو''قابلِ اعتراض'' حصوں کو آواز میں گڑ بڑ کر کے عوام تک پہنچنے سے محروم رکھا گیا۔ آپ نے اس خطاب میں کشمیر کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''جیسا کہ میں نے گذشتہ برس ان کی (قائداعظمؒ) برسی کے موقع پر کہا تھا۔ قائداعظمؒ کو مرتے دم تک کشمیر کی فکراور خیال رہا اور مرتے وقت ان کے ہونٹوں پر کشمیر ہی کا نام تھا۔ تین برس کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود مسئلہ کشمیر ابھی تک حل نہیں ہو پایا۔ مسئلہ کی اہمیت اب بھی اسی طرح قائم ہے اور اس کی سنگینی میں کمی کی بجائے اور شدت پیدا ہوگئی ہے۔ اس وقت یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اس مسئلہ کا جلد حل تلاش کرلیا جائے گا اور یہ یقین دہانی اب بھی اسی طرح بار بار کرائی جارہی ہے جبکہ عملاً اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہورہا''۔۱۳۹؎

مہاجرین کے حوالہ سے درد والم کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''میں یہ بات بہت دکھ اور افسوس سے بیان کر رہی ہوں کہ قائداعظمؒ کی وفات کے وقت جو مسائل حل طلب تھے وہ اب بھی اسی طرح حل طلب پڑے ہیں کشمیر کے علاوہ مہاجرین کا مسئلہ بھی ہے۔ وہ کروڑوں افراد جنھوں نے پاکستان کی حفاظت اور دفاع کی خاطر اپنی آخری پونجی بھی قربان کردی، آج قابلِ رحم حالت میں پڑے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جانا چاہئے کہ ایک انسانی مسئلہ بھی ہے اور انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو اتنے لمبے عرصہ تک اس بری حالت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس صورت حال کے ملک پہ بہت

خوفناک اثرات مرتب ہونا لازم ہیں''۔۱۴۰؎

۱۶ اپریل ۱۹۵۲ء کو جب غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کو گورنر جنرل کے عہدے سے برطرف کیا اور خود گورنر جنرل بن بیٹھا تو اس غیر جمہوری قدم پر خاتون پاکستان نے بروقت اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا اور بہت حوصلہ سے حکومت وقت پر تنقید کی۔۱۴۱؎

اکتوبر ۱۹۵۳ء میں ایک بار پھر آپ نے مہاجرین سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے کہا:

''ہم مہاجرین کی عظیم قربانیوں کو فراموش نہیں کر سکتے جو انھوں نے پاکستان کی تکمیل کے لیے دیں اور نہ ہی ہم ان کی موجودہ مشکلات کو صرف نظر کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ان کو انصاف کے ساتھ تسلی بخش طریقے سے آباد کریں تو وہ اپنے پیارے وطن پاکستان کی ترقی اور تعمیر میں ہمارے لیے طاقت کا ایک بڑا ذریعہ ہوں گے اور اس کی تعمیر میں اپنا پورا حق ادا کریں گے۔ ہمیں ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے اور انسانوں کا ایک بڑا انبوہ لامحدود مدت تک نا قابل حل مصیبتوں میں گھرا نہیں رہ سکتا کیونکہ اس صورت میں ملک پر منفی اثرات مرتب ہوں گے''۔۱۴۲؎

مارچ ۱۹۵۴ء میں مشرقی پاکستان کے دورے کے دوران میں آپ نے باریسال میں منعقدہ جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قوم پر زور دیا کہ وہ حرکت وسعی کی قوت سے تعمیر وطن کی جنگ کو فتح کر لیں، آپ نے کہا:

''یہ خیال مت کیجئے کہ ایک بار آزادی حاصل کر لینے کے بعد اب ہماری جدوجہد ختم ہوگئی ہے۔ اس کے برعکس پاکستان کی خاطر لڑی جانے والی ہماری جنگ اب بھی جاری ہے۔ ہماری اس جدوجہد کا سخت اور اہم ترین پہلو تعمیری کوششوں کے ذریعے اپنی آزادی کا استحکام ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ کو اپنی صفوں میں اتحاد قائم کرنے کی ضرورت ہے اور

اس کے ساتھ ساتھ ثابت قدمی اور یقین کامل کی بھی، تا کہ پاکستان کے استحکام اور خوشحالی کو یقینی بنایا جا سکے''۔ ۱۴۳؎

۱۹۵۴ء میں مسلم لیگ کو مشرقی پاکستان میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس شکست کے آثار پہلے ہی سے دکھائی دے رہے تھے۔ اسی کے پیش نظر خاتونِ پاکستان نے مشرقی پاکستان کا دورہ بھی کیا تھا تا کہ عوام کو مسلم لیگ کے لیے ووٹ دینے پر تیار کر سکیں۔ لیکن حکمرانوں کی غیر جمہوری سوچ اور جمہوری اقدار سے لاتعلقی نے عوام کو بہت بد دل کر دیا تھا ایسے میں خاتون پاکستان کی کوششیں بھی فعال ثابت نہ ہو سکیں لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور ۱۹۵۴ء کے یوم آزادی پر قوم سے ایک بار پھر یوں مخاطب ہوئیں:

''میں آپ پر زور دیتی ہوں کہ مسلم لیگ کی حمایت اور امداد کریں کیونکہ صرف مسلم لیگ نے پاکستان حاصل کیا تھا اور یہی جماعت پاکستان کے تحفظ و استحکام کا فرض ادا کر سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلم لیگ بے عیب نہ ہو لیکن مسلمانوں کی یہ واحد تنظیم ہے اور دوسری جماعتیں نوزائیدہ ہیں۔ اس لیے مسلم لیگ کی مخالفت کرنے کی بجائے اس میں شامل ہو کر اس کی خامیاں اور عیب دور کریں اور اگر مسلم لیگ کو تباہ و برباد کریں گے تو آپ پاکستان کو تباہ و برباد کریں گے''۔ ۱۴۴؎

پاکستان ابھی اپنی آزادی کی ساتویں بہار میں بمشکل ہی قدم رکھ پایا تھا کہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی توڑ دی۔ اس کے نتیجے میں قیام پاکستان سے لے کر اب تک دستور پاکستان کے لیے جو بھی کوششیں کی گئی تھیں وہ رائیگاں گئیں۔ کالعدم دستور ساز اسمبلی کے صدر (سپیکر) مولوی تمیز الدین خان نے گورنر جنرل کے اس غیر جمہوری عمل کے خلاف سندھ چیف کورٹ (حالیہ ہائی کورٹ) میں مقدمہ دائر کر دیا اور کورٹ کے فل بنچ نے ان کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف حکومت نے

وفاقی عدالت (حالیہ سپریم کورٹ) میں اپیل کی، جس نے نئی دستور ساز اسمبلی کے انتخاب کی شرط عائد کرتے ہوئے گورنر جنرل کے اس عمل کو صحیح قرار دے دیا۔ اس غیر جمہوری تماشے کا مشاہدہ خاتون پاکستان بغور کر رہی تھیں۔ اپریل ۱۹۵۵ء کے ایک اخباری بیان میں آپ نے موجودہ سیاسی صورت حال کو اپنی نکتہ چینی کا ہدف بنایا اور سر براہِ مملکت کو خوب آڑے ہاتھوں لیا، آپ نے کہا:

''میں گذشتہ چند ماہ کے دوران میں ملک میں رونما ہونے والے واقعات کے انداز اور سیاسی صورت حال کا مشاہدہ بہت تشویش اور اضطراب کے ساتھ کر رہی ہوں۔ عوام اس ڈرامے کو نہایت خاموشی اور بے بسی سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ ڈرامہ جس نے بطور قوم ہماری آزادی اور خودمختاری کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے اور سب کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک اس وقت شدید قسم کے آئینی بحران کا شکار ہے۔ میں یہ بات واضح کر دوں کہ عوام پاکستان کی آزادی اور خودمختاری میں کسی کمی کو کسی بھی صورت برداشت نہیں کریں گے۔ چاہے یہ کوشش کوئی پاکستانی کرے یا کوئی بیرونی طاقت، قوم ملک کی خودمختاری کی حفاظت کرے گی۔ وہ جذبہ جس نے پاکستان کی تخلیق کی اب بھی نہ صرف اسی طرح زندہ ہے بلکہ پھل پھول بھی رہا ہے۔ وہ قوم جس نے اپنی تقدیر خود بنائی ہے وہ ہر قسم کے اندرونی و بیرونی خطرات سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے''۔ ۱۴۵ ؎

اسی بیان میں آگے چل کر جمہوریت کو پاکستان کے لیے لازم قرار دیتے ہوئے فرماتی ہیں:

''میں یہ بات اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکی ہوں اور ایک بار پھر پُرزور انداز میں کہتی ہوں کہ پاکستان جمہوریت کے نام پہ وجود میں آیا تھا

اور یہ جمہوری ملک ہی رہے گا۔ چاہے اسے اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھیں یا جدید جمہوری قواعد کی رُو سے، جمہوریت صرف اسی صورت قائم رہ سکتی ہے جب قانون کی حکمرانی ہو۔ قانون جس کے سامنے خلیفہ، بادشاہ اور طاقت ورترین اشخاص کو بھی سرِتسلیم خم کرنا پڑتا ہے اور جس کا احترام سب کو کرنا چاہیے۔ سب کو، چاہے انھیں معاشرے میں کوئی بھی حیثیت اور مرتبہ حاصل ہو۔ یہی جمہوریت کا مفہوم اور اس کی اصل روح ہے۔ قانون کا احترام نہ رہے تو ہر طرف انارکی اور بدنظمی کا دورِدورہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارے سیاسی فریم ورک کے تقاضے ہیں جن پر ہر صورت میں عمل اور ان کا ہر حال میں احترام کیا جانا چاہیے۔ اگر ہم جمہوریت اور قانون کی حکمرانی کو مقدس اور سب سے برتر تسلیم نہیں کرتے تو یہ بات عوام کے ساتھ بدعہدی کے مترادف ہوگی۔ عوام جنھوں نے اسلام اور جمہوریت کے نام پر قائد پر اعتماد کیا یہ ان کے اعتماد سے کھیلنے کے مترادف ہوگا''۔ ۱۴۶ے

مئی ۱۹۵۵ء میں عیدالفطر کے موقع پر قوم کے نام تہنیتی پیغام میں ایک بار پھر ملکی سیاسی صورت حال پر افسوس کا اظہار کیا اور جمہوریت کی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر اسے وطن عزیز کے لیے ضروری قرار دیا۔ آپ نے کہا:

''گذشتہ چند ماہ کے دوران میں ملک کو ایسے ہولناک سیاسی صدمات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جنھوں نے اسے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ایسے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے جو کسی لحاظ سے بھی موزوں اور شائستہ نہیں تھے۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ عوام پُرسکون رہے اور انھوں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا اور قائداعظمؒ نے انھیں آئینی راہ پر چلنے کا جو درس دیا تھا انھوں نے اس پر سختی سے عمل کیا۔ تاہم ان واقعات کے نتیجے میں یہ تکلیف دہ

حقیقت سامنے آئی ہے کہ جمہوری اداروں کو زبردست خطرات لاحق ہیں اور غیر ملکی عناصر جن سے ہم نے برس ہا برس کی زبردست جدو جہد کے بعد نجات حاصل کی تھی، ان کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ وہ ہمارے داخلی معاملات میں زیادہ سے زیادہ دخیل ہو رہے ہیں۔ یوں ہماری امیدوں اور آشاؤں کی اس سرزمین پر رونما ہونے والے حالات کے نتیجے میں ہمیں ایک کے بعد دوسرا صدمہ پہنچ رہا ہے۔اس کے نتیجے میں غیر یقینی کی حالت پیدا ہوگئی ہے اور ہمارا قومی افتخار پارہ پارہ ہوگیا ہے۔ ہم نے جس طرز کے معاشرہ کے قیام کا خواب دیکھا تھا ابھی ہم اس کی تعمیر کی منزل سے بہت دور ہیں کہ ہم تو ابھی اس کی بنیادوں کو ہی ٹوٹنے سے بچانے کی کوشش کررہے ہیں۔

ہمارے مشاہدے میں یہ بات بھی آرہی ہے کہ جمہوری اداروں اور رواجات کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ وہ جمہوری روایات اورادارے جو کسی بھی زندہ اور توانا معاشرے کے لیے زندگی بخش خون کی حیثیت رکھتے ہیں ان روایات اور اداروں کو ختم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

نمائندہ سیاسی جماعتیں جو ہماری اجتماعی رائے کے اظہار کا واحد ذریعہ ہیں ان کو منظم طریقے سے کمزور کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اور ان کی بجائے بغل بچہ جماعتیں بنائی اور ان کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ میں آپ کو خبردار کرتی ہوں کہ یہ بہت خطرناک صورت حال ہے اور اسے اسی جگہ روک دینے کی ضرورت ہے۔ گہری سوچ بچار کے بعد اپنی پسندیدہ سیاسی جماعت کا انتخاب کیجئے اور اس کے فرض شناس رکن کی حیثیت سے اس کے لیے مستعدی سے اور چوکنا ہوکر کام کیجئے۔ ورنہ دوسری صورت میں

پاکستان میں جمہوریت کو ایسا نقصان پہنچ جائے گا جس کی کسی طور تلافی نہیں ہو سکے گی''۔۱۴۷؎

قیام پاکستان کے بعد اس مرحلہ پر خاتون پاکستان کا یہ سفر صحیح معنوں میں جمہوریت کی بازیابی کا سفر تھا۔ اپنے اس سفر میں آپ نے جمہوری قدروں کی پاسداری کی تلقین کی اور یہ باور کرایا کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے جس کی بنیاد ہی جمہوری طرز فکر پر رکھی گئی تھی۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہاں جمہوری اداروں کو پنپنے کا موقع دیا جائے۔

۱۹۵۵ء کے یوم آزادی کے موقع پر بھی آپ نے ملک میں پائے جانے والے سیاسی اور آئینی بحران پر افسوس کا اظہار کیا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۱ء کے بعد، جب آپ کی نشری تقریر میں حکومت وقت کے ایما پر گڑ بڑ کی گئی تھی، آپ نے ریڈیو کی بجائے اخبارات کے ذریعے قوم کی راہنمائی کا فرض سرانجام دیا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۵ء کو ایک بار پھر آپ کو ریڈیو سے خطاب کی دعوت دی گئی۔ اس بار چودہری محمد علی وزیر اعظم تھے۔ وہ خاتون پاکستان کے حقیقی معنوں میں قدر دان تھے۔ محترمہ نے ان کی دعوت قبول کی اور قائداعظمؒ کی ساتویں برسی پر قوم سے یوں مخاطب ہوئیں:

''جیسا کہ میں نے پچھلے برس آج ہی کے دن بیان کیا تھا کہ بحرانوں کا ایک سلسلہ ہے جو ملک کی بنیادوں کو ہلائے دے رہا ہے اور جس کے ذریعے ہمارے قومی کردار کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ آہ! کیسے کیسے مناظر ہمارے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ ہمارے سامنے ایک شخص (اس سے مراد گورنر جنرل غلام محمد ہے) ہے جو اپنے ضمیر کے خلاف بولتا اور اس کے خلاف کام کرتا ہے۔ قوم کی توجہ آئینی مسائل سے ہٹانے اور اپنی گھناؤنی سازشوں اور اپنے اقتدار اور اختیار میں روز افزوں اضافے کے معاملات کو چھپانے کی خاطر اس نے بہت سے مسائل کھڑے کر رکھے ہیں''۔۱۴۸؎

ایک بار پھر جمہوریت کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''گذشتہ موسم خزاں میں جمہوریت کو اس وقت شدید ترین دھچکا لگا جب دستور ساز اسمبلی جو ہماری سیاسی آزادی کا نشان ہے، اسے تحلیل کر دیا گیا۔ اس اقدام کے پس پردہ جو مقصد بھی کارفرما ہو بہر حال اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جمہوریہ پاکستان کی صورت میں ہماری آزادی کی تکمیل کا کام تاخیر کا شکار ہو گیا۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ براہ کرم معاملے کی سنگینی اور شدت کو سمجھیے اور متعلقہ لوگوں پر زور دیجیے کہ جمہوریہ پاکستان کے آئین کی تیاری کے کام کو اولین ترجیح دیں''۔۱۴۹؎

اپنی اسی تقریر میں جاگیردارانہ نظام پر تنقید کرتے ہوئے کہتی ہیں:

''جب ہم قائداعظمؒ کی وفات کے بعد رونما ہونے والے واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس بات پر زبردست حیرت واستعجاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے آدرشوں کو تکمیل کی راہ دکھانے کی خاطر کس طرح کی روشنی کی جارہی ہے، کس چیز کو ہماری تقدیر بنایا جارہا ہے؟ سننے میں آرہا ہے کہ آیندہ بھی انھی پالیسیوں پر عمل کیا جاتا رہے گا---یہ پالیسیاں جنھوں نے ملک کی یہ افسوس ناک حالت بنادی ہے۔ کیا ان میں کوئی ایسی بات ہے جس پر فخر کیا جا سکے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عوام اسی طرح اس فرسودہ اور روبہ انحطاط جاگیرداری نظام کے بوجھ تلے کراہتے رہیں گے؟ غریبوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟ معاشی نظام کی ایک زیادہ منصفانہ اور معقول بنیادوں پر تنظیم نو کی خاطر کیا منصوبے تیار کیے گئے ہیں؟''۱۵۰؎

خاتون پاکستان کے سیاسی و معاشی شعور نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا تھا کہ خوشحال اور متمدن معاشرے کی داغ بیل اسی صورت میں ڈالی جا سکتی ہے جب جمہوری اقدار اور جمہوری اداروں کو مستحکم کیا جائے اور جاگیردارانہ نظام کی بیخ کنی کی جائے کیونکہ جاگیردارانہ سوچ، غیر جمہوری معاشرہ میں پروان چڑھتی ہے اور غیر جمہوری رویے جاگیردارانہ اندازِ فکر کو تقویت دیتے ہیں۔

۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو بانئ پاکستان کے یوم ولادت پر خاتون پاکستان ایک مرتبہ پھر قوم سے مخاطب ہوئیں۔ اس بار بھی آپ نے ریڈیو کی وساطت سے اپنا پیغام پہنچایا:

''وہ (قائداعظمؒ) پاکستان کو ایک آزاد و خود مختار جمہوریہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ پاکستان کو ایک ایسا ملک بنانے کے خواہاں تھے جس کی بنیاد سماجی انصاف کے اصولوں پر قائم ہو، جس کے تمام شہریوں کے درمیان مساوات اور اخوت کا رشتہ ہو۔ کیا ہم دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم نے پاکستان کو قائد کے ان خوابوں کی تعبیر بنانے کے لیے کوئی ابتدائی اقدام بھی کیا ہے؟۔

گذشتہ برس ہم یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ہم اس دن کو نہ صرف قائداعظمؒ کے جنم دن کے طور پر بلکہ جمہوریہ پاکستان کی سالگرہ کے طور پر بھی منائیں گے تب قوم کو یہ خوشخبری سنائی گئی تھی کہ تمام تر تیاریاں مکمل ہیں اور آئین تیار ہو چکا ہے۔۔۔لیکن پھر قوم کے خلاف سازش ہوئی اور یہ مبارک موقع ہم سے چھین لیا گیا۔ قوم کو پھر ماضی میں دھکیل دیا گیا۔ ہمیں پھر شروع سے اپنی جدوجہد کا آغاز کرنا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت آہستگی کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں غیر ملکی اثر اور دخل بڑھ رہا ہے۔ ہم ان بنیادی معاملات کے حوالے سے بھی تنازعوں کی دلدل میں دھنس رہے ہیں، جو طے شدہ ہیں لیکن جنھیں ایک بار پھر متنازع بنایا جا رہا ہے۔ ۱۵۱

خاتونِ پاکستان کی دورس نگاہیں بھانپ گئی تھیں کہ آئین کے نہ ہونے سے کیا قباحتیں پیدا ہوسکتیں اور کیسے کیسے فتنے سر اٹھا سکتے ہیں۔ لسانی اور صوبائی تعصب اس موقع سے فائدہ اٹھا کر قومی زندگی میں زہر گھول سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ہر موقع پر دستور ساز اسمبلی کی کارکردگی اور حکومت وقت پر آئین کی تکمیل کے حوالے سے ذمہ داریوں پر، بھرپور نکتہ چینی کی۔ یہ خاتون پاکستان کی اَن تھک جدوجہد اور مسلسل راہنمائی کا نتیجہ تھا کہ ملک کی سیاسی فضا قدرے تبدیل ہونا شروع ہوئی تھی۔

گورنر جنرل غلام محمد نے صحت کی ناسازی کی بنا پر تمام اختیارات سکندر مرزا کو تفویض کر دیئے۔ جناب سکندر مرزا اگست ۱۹۵۵ء میں قائم مقام گورنر جنرل بنے تو انھوں نے چودھری محمد علی کو وزیر اعظم بنا دیا۔ اس سے پہلے محمد علی بوگرہ مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کی حمایت کھو چکے تھے اور مسلم لیگ چودھری محمد علی کو اپنا راہنما چن چکی تھی۔ چودھری محمد علی نے گورنر جنرل سکندر مرزا کی دعوت قبول کی اور کابینہ تشکیل دی چودھری محمد علی نے اپنی وزارت اعظمٰی کے دوران میں کامیابی کے ساتھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو وحدت مغربی پاکستان کا بل اور پھر مارچ ۱۹۵۶ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین منظور کرایا۔ اس آئین کے تحت جناب سکندر مرزا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے صدر بنے۔ مارچ ۱۹۵۶ء میں دستور ساز اسمبلی کے دستور پاکستان منظور کرنے پر خاتون پاکستان نے بصد مسرت قوم کو مبارکباد دی اور اپنے پیغام میں کہا:

> ''آٹھ سال کی طویل جدوجہد کے بعد ملک کو ایک دستور نصیب ہوا ہے اور اب ہم جمہوریت کو صحیح انداز میں طلوع ہوتا دیکھیں گے، اللہ کا شکر ہے۔ عام انتخابات بغیر کسی تاخیر کے منعقد ہونے چاہییں جو حقیقی طور پر جدوجہدی عہد کے خاتمہ کی نشانی ہوں گے۔ آپ کو اپنے حقوق، اپنی آزادی اور سالمیت کی ضمانت دی گئی ہے جس کی محتاط اور ہوشیار ہو کر

حفاظت کریں۔ یہ ہمارے اس عمل کو جو طویل اور تکلیف دہ تھا، زیادہ عزیز ہے جس کے باعث ان کا حصول ممکن ہوا۔ لیکن خیال رکھیے کہ یہ صرف ابتدا ہے ابھی اپنے نظریہ، جس کے لیے پاکستان بنا، کے لیے بہت کچھ کرنا باقی ہے''۔ ۱۵۲؎

۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو اپنے پیغام میں جمہوریت کی صبح دل نشیں پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ غیر ملکی حکمرانوں کی نشاتِ ثانیہ کا خاتمہ ہوا اور پاکستان کو استحکام نصیب ہوا۔ ہماری تمام افواج حب الوطنی کا نمونہ ہیں۔ اب سے انتظامیہ، سرکاری ملازمین کو صرف عوام پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ عوام کی منظم طاقت عظیم ہوتی ہے ہمیں پاکستان کو جمہوری، مضبوط اور ترقی پسند ریاست بنانے کے لیے تحریک پاکستان کے مثالی نظریات کو سامنے رکھ کر کام کرنا چاہیے اور عام آدمی کو بھی اپنے آپ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ ہمیں متحد و منظم ہو کر اپنے ذہن میں گذشتہ حالات کو سامنے رکھ کر آگے بڑھنا چاہیے۔ قوم کا مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے''۔ ۱۵۳؎

۱۹۵۶ء کا آئین ظہور میں آ چکا تھا۔ وطن عزیز میں بظاہر جمہوریت کا سورج جگمگا رہا تھا اور پاکستان ایک آئینی ریاست کا درجہ حاصل کر چکا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود حکمرانوں کی عاقبت نااندیشانہ حکمت عملیوں سے آئین سے وابستہ توقعات سامنے نہیں آ رہی تھیں۔ عوام اب بھی حقیقی جمہوریت کو ترس رہے تھے۔ خاتون پاکستان نے جس خوشی اور امید کا اظہار آئین پاکستان کے ظہور میں آنے پر کیا تھا، وہ رفتہ رفتہ یاس اور رنج میں تبدیل ہو رہی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ دستور کے مطابق عوام کو ان کے حقوق مکمل طور پر نہیں دیے جا رہے۔ ایسے میں

آپ نے جولائی ۱۹۵۶ء میں عید الاضحیٰ کے پیغام میں صاف صاف کہہ دیا کہ عوام کے حقوق غصب کیے جا رہے ہیں۔ اپنے اسی پیغام میں عوام پر بھی زور دیا کہ وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے ہمت اور اتحاد سے کام لیں۔ آپ نے ۱۴ اگست ۱۹۵۶ء کو یوم آزادی کے پیغام میں حکومت کو خبر دار کیا کہ وہ ملک کو درپیش مسائل ترجیحی بنیادوں پر حل کرے۔ آپ نے مسئلہ کشمیر اور مہاجرین کی بحالی سے متعلق بھی حکومت کو عملی پیش رفت کرنے کو کہا۔ ۱۵۴ے

بانیٔ پاکستان کی آٹھویں برسی کے موقع پر خاتون پاکستان ایک مرتبہ پھر گویا ہوئیں، آپ نے اپنے ۱۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کے پیغام میں واضح طور پر صوبائی تعصب کی ہوا کو پروان چڑھانے والے مفاد پرست ٹولہ پر تنقید کی اور سماجی انصاف کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا۔ ۱۵۵ے

ستمبر ۱۹۵۶ء ہی میں کالج یونین کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

> ''اب میں آپ کے ذریعے عوام سے چند باتیں کہنا چاہوں گی۔ آپ کے ملک کا قیام خاص مقصد اور اصولوں کی خاطر دی جانے والی بے مثال قربانیوں کے نتیجے میں عمل میں آیا۔ کروڑوں مسلمانوں نے اپنی رضا سے یہ قربانیاں دی تھیں تو صرف اس لیے کہ وہ جن اصولوں اور اقدار کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز جانتے ہیں، انھیں زندہ رہنے اور پنپنے کا موقع ملے۔ ان اصولوں کو فراموش کر دینے کے نتیجے میں خود پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ یہ بہت خوش کن امر ہے کہ تمام تر رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود عوام کا اپنے اصولوں اور آدرشوں پر ایمان اسی طرح قائم ہے۔ سچی قیادت انھیں جو قربانیاں دینے کو کہے وہ دینے کو تیار ہوتے ہیں''۔ ۱۵۶ے

اپنی اسی تقریر میں سماجی انصاف، مساوات اور اخوت کا ذکر کرتے ہوئے موقع پرست

عناصر پر تنقید کی:

”پاکستان اس لیے وجود میں نہیں آیا تھا کہ کروڑوں لوگوں کی محنت پر پلنے والے دولت اور اختیار کے بھوکے چند لوگ اسے اپنی آماج گاہ بنالیں۔اس کے قیام کا مقصد سماجی انصاف، مساوات، اخوت، بہبود، منظم اور ہم آہنگ ترقی، امن اور سکون کے اصولوں کو عمل کا روپ دینا تھا۔جیسا کہ قائداعظمؒ نے ایک موقع پر کہا تھا کہ پاکستان کا قیام اس لیے ممکن ہو پایا تھا کہ ایک اجنبی معاشرہ میں ان اصولوں کا وجود خطرے میں تھا“۔۱۵۷ ؎

خاتون پاکستان کی نگاہیں ملک کے سیاسی اتار چڑھاؤ پر برابر لگی ہوئی تھیں۔ادھر جمہوریت کی ناؤ بحر سیاست کی بے رحم موجوں کے تھپیڑوں سے بے حال ہو رہی تھی۔ چودھری محمد علی وزارت عظمیٰ سے سبک دوش ہو چکے تھے۔حسین شہید سہروردی ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء کو ملک کے نئے وزیراعظم بنے۔۱۹۵۶ء کے آئین کے تحت انتخابات منعقد ہوئے تھے اور دستور ساز اسمبلی نے یہ طے کرنا تھا کہ آیا پاکستان کے آئندہ انتخابات جداگانہ طریق پر ہوں یا مخلوط طرز نمائندگی کی بنیاد پر منعقد کیے جائیں۔جب دستور ساز اسمبلی میں انتخابات سے متعلق بحث شروع ہوئی تو خاتون پاکستان نے اکتوبر ۱۹۵۶ء کو بروقت اپنے خیالات کا اظہار کیا:

”قومی اسمبلی جداگانہ یا مخلوط انتخابات کے اہم سوال پر فیصلہ کرنے والی ہے جو ملک اور عوام کے مستقبل کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے جب کہ میں نے مارچ میں اس پر اپنا اظہار رائے کیا تھا اور اب پھر میں نے اس پر سوچا اور غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ جداگانہ انتخابات ہمارے ملک اور قومی نظریہ کے حق میں ہیں۔مخلوط طریقہ انتخاب ہمیں مشکلات میں ڈال دے گا اور جس کے مضر اثرات ملک کو بری طرح متاثر کریں گے۔جیسا کہ

معلوم ہے کہ مغربی پاکستان نے جداگانہ انتخابات کے حق میں فیصلہ دیا ہے اور مشرقی پاکستان میں کافی لوگوں نے ووٹنگ میں حصہ لیا۔ اگر مغربی پاکستان سے کوئی رکن قومی اسمبلی میں مخلوط طریق کار کے حق میں ووٹ دے گا تو وہ سراسر جرم کا مرتکب ہوگا اور یہ تمام طریقہ کار ملک کے لیے مشکلات پیدا کر دیں گے جو ترقی میں مانع ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ انتخابات کے سلسلے میں ملک کے فائدے کے لیے برابری کا اصول اپنایا جائے۔ اگر جبری طور پر عوام کی خواہش کے خلاف فیصلہ کیا گیا تو یہ جمہوری تقاضوں کے منافی ہوگا۔ حتمی فیصلہ عوامی رائے پر ہونا چاہیے''۔۱۵۸؎

خاتون پاکستان کا یہ بصیرت افروز پیغام ملک کے مفاد میں تھا لیکن آپ کے مشورہ کا کسی پر کچھ اثر نہ ہوا اور مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کی اسمبلیوں کے دیے گئے فیصلوں کے مطابق مغربی پاکستان میں جداگانہ اور مشرقی پاکستان میں مخلوط طریق کار کے تحت انتخابات کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ ملکی سیاست میں جوڑ توڑ کی فضا اپنے عروج پر تھی۔ مغربی پاکستان میں مسلم لیگ جو اکثریتی جماعت کے طور پر سامنے آئی تھی، اب ڈاکٹر خان صاحب کے وزیر اعلیٰ بننے کے بعد، اس جماعت کا زور کم کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ اس سلسلے میں ری پبلکن پارٹی کے تین وزرائے اعلیٰ کو یکے بعد دیگرے مغربی پاکستان میں عوامی لیگ کی حمایت سے بنایا گیا۔ خاتون پاکستان نے دسویں یوم آزادی کے موقع پر ۱۴ راگست ۱۹۵۷ء کو اس افسوس ناک صورت حال پر دکھ کا اظہار کیا، آپ نے کہا:

''پاکستان میں عام آدمی کی زندگی، پس پردہ سازشوں اور ذاتی مفادات کے حصول کو دوام دینے کی خاطر کیے جانے والے مکروہ سمجھوتوں کے نتیجہ میں زہر آلود ہو چکی ہے۔ پاکستان کی تخلیق کا سہرا عوام کے سر ہے اور اقتدار

اعلیٰ کے اصل مالک یہی عوام ہیں مگر انھیں ان کے اس جائز حق سے محروم رکھنے اور اپنے جمہوری حقوق کے استعمال سے روکنے کے لیے تسلسل اور تواتر سے کوشش کی جارہی ہے۔آپ کے پاس ایک ایسا دستور ہے جو آپ کے حقوق اور آزادی کی ضمانت فراہم کرتا اور جمہوری اداروں کے قیام کے لیے طریق کار مہیا کرتا ہے۔اس کے باوجود ایسی کوششیں کی جارہی ہیں جن کے ذریعے آپ کی جمہوری خواہشات اور آرزوؤں کو دبایا جاسکے۔آپ کو بے حد چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔۔۔ وقت آگیا ہے کہ غیر جمہوری رویوں اور اقدامات کو مزید ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہ کیا جائے۔موجودہ مسائل کا صرف ایک ہی حل ہے کہ عوام کا یہ مطالبہ تسلیم کرلیا جائے کہ انتخابات جلد سے جلد منعقد کیے جائیں''۔۱۵۹

انتخابات کے انعقاد کا یہی مطالبہ آپ نے بابائے قوم کے نویں یوم وصال پر بھی کیا۔۱۱ستمبر ۱۹۵۷ءکو ریڈیو پاکستان سے نشری تقریر میں آپ نے کہا:

''اس تمام پریشان کن اور خطرناک صورت حال کا حل کیا ہے؟ اس کا حل صرف اور صرف عام انتخابات ہیں۔انتخابات کی تاریخ کے بارے میں ابھی تک اختلافات موجود ہیں اور فضا میں بے یقینی کی کیفیت ہے۔عوام کے ذہن میں اس حوالے سے شکوک اور بدگمانیاں ہیں کہ پس منظر میں ایسی قوتیں موجود ہیں، جلد انتخابات جن کے مفاد میں نہیں۔سوال یہ ہے کہ آئین میں عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے خودمختاری کے جس حق کو تسلیم کیا گیا ہے، کیا اس کے حصول کے لیے انھیں چند افراد کی سہولت اور رضا کی خاطر منتظر کھڑے رہنا چاہیے؟۔ملک نو برس سے عام انتخابات کے انعقاد کا

منتظر ہے۔ اب تو آئین کے نہ ہونے کا بہانہ بھی موجود نہیں۔ عوام کا مطالبہ یہ ہے کہ انتخابات کے انعقاد کی تاریخ کا واضح اعلان کیا جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو اس کے نتیجے میں عوام کے شکوک میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور قوم میں مایوسی بڑھتی چلی جائے گی''۔ ۱۶۰ے

انتخابات میں تعطل کے خدشات درست ثابت ہوئے اور نومبر ۱۹۵۷ء میں ہونے والے انتخابات ۱۹۵۸ء تک ملتوی کر دیے گئے۔ وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کو ۱۱ /اکتوبر ۱۹۵۷ء کو سکندر مرزا نے برطرف کر دیا اور ان کی جگہ آئی۔آئی چندریگر وزیر اعظم بنے لیکن ان کی وزارت عظمیٰ بھی عوامی لیگ اور ری پبلیکن پارٹی کے گٹھ جوڑ کی بنا پر قائم نہ رہ سکی اور نتیجتاً ۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو فیروز خان نون وزیر اعظم بنے۔ سیاسی طالع آزماؤں کی اس کشمکش اقتدار اور عوامی راہنمایانِ قوم کے منفی کردار کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے خاتون پاکستان نے بابائے قوم کے یوم ولادت کے موقع پر ۲۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو اپنی تقریر میں کہا:

''آپ کی مشکلات کی وجہ کسی حد تک تو سیاسی جماعتوں اور راہنماؤں کا تحریک پاکستان کے اصولوں اور آدرشوں سے انحراف ہے جبکہ کسی حد تک اس کی وجہ خود آپ کی اپنی غفلت اور بے اعتنائی بھی ہے۔ یاد رکھیے پاکستان ایک نظریاتی مملکت کی حیثیت سے وجود میں آیا تھا اور یہ اسی حوالے سے اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے۔ پاکستان کے نصب العین کی تکمیل کے لیے اس کی بنیادی نظریہ سے گہری وابستگی ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے نظریہ سے ہم آہنگ طرزِ حکومت اور معیشت کی تشکیل کے لیے ان تھک کوششیں کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ یہ بہت ستم ظریفی کی بات ہے کہ قبل اس کے کہ ملک کو استحکام حاصل ہو پاتا اور اس کی نظریاتی

بنیادیں مضبوط ہو پاتیں، ملک کی تقدیر ایسے افراد کے ہاتھوں میں پہنچ گئی جنھیں نہ تو پاکستان کے بنیادی نظریہ پر یقین تھا اور نہ ہی انھوں نے اس کے حصول کی خاطر جدوجہد کی تھی۔ یہ بہت شرمناک صورت حال ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عوام پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ بھی ان سے پہلو تہی نہیں کر سکتے۔ وہ فوائد جو آزادی کے نتیجے میں حاصل ہوتے ہیں آپ ان کے حصول کی توقع رکھ سکتے ہیں لیکن آپ کو ان ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرنے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے جو آزادی کے پہلو بہ پہلو چلے آتے ہیں''۔۱۶۱؎

❑❑❑

آمریت مخالف تاریخی جدوجہد

ابھی خاتونِ پاکستان کے اس بیان کی بازگشت سنی جارہی تھی جس میں آپ نے سیاست دانوں پر عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا کہ ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو سکندر مرزا نے ملک میں ہنگامی حالات کا نفاذ کرتے ہوئے وزارتوں، اسمبلیوں، آئین اور سیاسی جماعتوں کو ختم کر دیا اور ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ جنرل محمد ایوب خان کو ناظم اعلیٰ مارشل لا، مقرر کر دیا گیا۔ لیکن جلد ہی ۲۴ راکتوبر ۱۹۵۸ء کو ایوب خان نے سکندر مرزا کو معزول کر کے مسند اقتدار پر مکمل قبضہ کر لیا۔ ان حالات میں خاتون پاکستان نے جو ملک کے سیاسی حالات اور سیاستدانوں کے سیاسی کردار سے مایوس اور بددل ہو چکی تھیں، سکندر مرزا کی معزولی کا خیر مقدم کیا۔ آپ کے خیال میں سکندر مرزا نے اپنی تین سالہ کی حکومت کے دوران میں ملک کا کوئی مسئلہ حل نہ کیا اور ملک سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے تباہی کے کنارے پہنچ گیا تھا۔ عوام کو بے بس تماشائیوں کی حیثیت دے دی گئی اور انھیں ہر قسم کے سماجی عوارض کا نشانہ بنایا گیا۔ عوام نے کامل سکون، ثابت قدمی اور سلامت روی کا مظاہرہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ سلیم الطبع ہیں اور معاملات کو سمجھنے کا شعور رکھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک واحد مقصد یہ تھا کہ ملک سے جو ناانصافیاں کی گئی تھیں اور جن لعنتوں کو مسلط کیا گیا تھا، وہ ختم ہو جائیں اور پاکستان میں پھر استحکام قائم کیا جائے، تاکہ وہ پھر محفوظ ہو کر اپنی منزلِ مقصود، جمہوریت کی طرف قدم بڑھا سکے۔ ۱۶۲؎

خاتون پاکستان کا یہ اطمینان اس حد تک تھا کہ ملک کو عاقبت نااندیش سیاست دانوں کے ٹولہ سے نجات مل گئی اور جن جمہوری اقدار، روایات کا خون ہو رہا تھا اس کا ازالہ اور جمہوریت کا سفر پھر سے شروع ہو سکے گا۔ لیکن آپ کی یہ حمایت اور اطمینان اسی حد تک تھے ورنہ ایک جمہوری دل و دماغ رکھنے والی خاتون جس کے ریشہ ریشہ میں جمہوری انداز فکر سمایا ہو،

وہ کیونکر کسی مارشل لا اور آمر کا خیر مقدم کر سکتی تھی۔ جب بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو نے پاکستان کے معاملات پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں جمہوریت کا گلا گھونٹا گیا ہے تو خاتون پاکستان نے بغیر لگی لپٹی پاکستان کے سیاسی دور کو مدنظر رکھتے ہوئے بابائے قوم کے یوم ولادت ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو ریڈیو پاکستان سے تقریر کرتے ہوئے کہا:

> ''ایسی تنقید اس ملک کے سیاسی لیڈر نے کی ہے جہاں صدیوں سے چھ کروڑ لوگوں کو سماجی شودر تصور کیا جاتا رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو پاکستان پر انگلی اٹھانے سے پہلے اس استحصالی کارنامے کو دیکھنا چاہیے جس کے تحت کشمیریوں کو حقِ خودارادیت سے محروم رکھا گیا ہے''۔ ۱۶۳؎

ایوب خان کے مارشل لاء سے جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں کہ یہ فوجی حکومت ملک کو پھر سے جمہوریت کی پٹڑی پر ڈال کر فوج کو اس کے منصب اولین یعنی سرحدوں کی نگہداری پر مامور کرے گی، وہ پوری نہ ہوئیں اور فوجی حکومت روز بروز سیاسی معاملات میں الجھتی چلی گئی۔ اقتدار کو طول دینے کی فکر ہمہ وقت دامن گیر رہنے لگی۔ ایسے میں خاتون پاکستان نے پھر اپنے منصب راہنمائی کو سنبھالا اور حکومت پر کڑی نکتہ چینی کا آغاز کر دیا۔ جواب میں ایوب خان نے بجائے اصلاح کرنے کے، الٹے بانس بریلی کے مصداق خاتون پاکستان پر تنقید کی کہ جب سے قائداعظمؒ نے وفات پائی تو انھوں نے ہر حکومت پر نکتہ چینی کا وتیرہ اختیار کر لیا تھا۔ جب مارشل لاء نافذ کیا گیا تو انھوں نے اس تبدیلی کا خیر مقدم کیا لیکن پھر جلد ہی اپنا پرانا رویہ اختیار کر لیا۔ ۱۶۴؎

ایوب خان اس حقیقت کو فراموش کر گئے تھے کہ جمہوری فکر کی حامل خاتون پاکستان نے ایوب خان کے مارشل لا کی پذیرائی مارشل لا کے طور پر نہیں کی تھی بلکہ ان نااہل سیاستدانوں کی برطرفی پر اطمینان کا سانس لیا تھا جن کے کردار نے ملک وملّت کی سلامتی کو داؤ پر لگا رکھا تھا۔ آپ مارشل لا کو محض ایک تبدیلی کا ذریعہ سمجھ رہی تھیں جو ایک کرین کی طرح پٹڑی

سے اتری ہوئی جمہوریت کی گاڑی کو پھر سے پٹڑی پر چڑھا کر اپنی راہ لے گی۔ لیکن جب آپ نے دیکھا کہ فوج کو سیاست میں ملوث کیا جا رہا ہے تو آپ نے اپنے خدشات کا برملا اظہار کیا کہ فوج کا اولین مقصد سرحدوں کی پاسبانی ہے نہ کہ سیاست کی گھتیاں سلجھانا۔

خاتون پاکستان نے اس مرحلہ پر دیکھا کہ حکمران پھر سے عوام کی آزادی رائے سلب اور اپنے فرائض سے غفلت برت رہے ہیں۔ سیاسی آزادی کو ''ایبڈو'' کے قانون کے تحت ختم کر دیا گیا تھا۔ بعد ازاں ۱۹۶۰ء میں ایوب خان نے سیاست دانوں پر عائد پابندی اٹھا لی۔ انھوں نے جنوری ۱۹۶۰ء میں پاکستان کے صدر کا عہدہ سنبھالا اور فوراً ہی ایک آئینی کمیشن بنایا جس نے مئی ۱۹۶۱ء میں اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کی۔ اسی سال خاتون پاکستان نے عید الاضحیٰ کے موقع پر اس رپورٹ کے متعلق اپنے بیان میں کہا:

> ''دستور بہت ضروری ہے۔ جس پر ہماری آیندہ کامیابی کا انحصار ہوگا۔ ہمارا آئین ۱۹۵۸ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ تقریباً تین سال گزر گئے اور اب قوم بے قرار ہے اور بغیر کسی دیر کے آئین اسے ملنا چاہیے''۔ ۱۶۵؎

بہرحال صدر ایوب خان نے مارچ ۱۹۶۲ء میں ملک کو ایک نیا آئین دیا جس کے بعد ۸ جون ۱۹۶۲ء کو انھوں نے آئین کے تحت حلف اٹھایا اور اسی روز مارشل لاء بھی کالعدم قرار دیا گیا۔ صدر کے عہدے کی میعاد ۴ سال تھی جو ۱۹۶۴ء کو ختم ہونا تھی۔ ملک کو آئین تو مل گیا تھا لیکن سیاسی صورت حال ابھی تک غیر یقینی کا شکار تھی۔ ایسے میں پندرھویں یوم آزادی کے موقع پر آپ نے ۱۴ اگست ۱۹۶۲ء کو قوم کے نام پیغام میں مایوس کن صورت حال کا ذکر کیا:

> ''گذشتہ چند ماہ کے دوران میں ملک کو زبردست سیاسی صدمات برداشت کرنا پڑے جنھوں نے ملک کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ گھٹیا اور حد درجہ پست ہتھکنڈے اختیار کیے گئے لیکن مجھے خوشی ہے کہ عوام نے ان ہتھکنڈوں کو بری طرح مسترد کر دیا۔ تاہم ان واقعات کے نتیجے میں یہ

تکلیف دہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ جمہوری اداروں کو اب بھی نارمل طریقے سے کام کرنے کا موقع نہیں دیا جارہا۔ یوں ہماری آرزوؤں اور امیدوں کی اس سرزمین پر بار بار ایسے واقعات رونما ہورہے ہیں جو ہمیں ایک کے بعد دوسرا صدمہ پہنچا رہے ہیں ان کی بدولت غیر یقینی کی کیفیت پیدا ہورہی ہے اور ہمارا قومی افتخار پارہ پارہ ہورہا ہے''۔۱۶۶؎

۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء کو بابائے قوم کے یوم ولادت کے موقع پر ایک بار پھر خاتون پاکستان نے قوم کے نام پیغام میں جمہوری طرزِ حکومت پر زور دیا اور حکمرانوں کو کہا کہ عوام کی مرضی کو فوقیت دیں:

''۔۔۔میں آپ کو خبردار کرتی ہوں کہ پاکستان کو قائداعظمؒ کے تصورات اورخوابوں کی تعبیر بنانے کے لیے آپ کو ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔انھوں نے ایک ایسی مملکت کا خواب دیکھا تھا جس میں جمہوریت کا دور دورہ ہو اور فقط نظریاتی طور پر نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں عوام کی رائے اور منشا کی حکمرانی ہو۔ایک ایسی مملکت جس میں ہر شخص قومی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے حصے کی خوشیاں اور خوش حالی حاصل کر سکے۔ایک ایسی مملکت جس میں خود قائد کے الفاظ میں اسلامی سماجی انصاف کے اصول جاری و ساری ہوں۔ہم پاکستان کو ان کے خوابوں کی مملکت بنانے کی منزل سے ابھی بہت دور ہیں''۔۱۶۷؎

اپنی جمہوری خواہش کا اعادہ ایک بار پھر آپ نے مئی ۱۹۶۳ء میں عیدالاضحیٰ کے پیغام میں کیا:

''میں یہ بات اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکی ہوں اور ایک بار پھر پُرزور انداز سے کہتی ہوں کہ پاکستان جمہوریت کے نام پر وجود میں آیا اور یہ

ہمیشہ اور ہر لحاظ سے جمہوری ملک رہے گا۔ چاہے ہم اسے اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھیں یا جدید جمہوری قواعد کی رو سے، جمہوریت صرف اسی صورت قائم رہ سکتی ہے جب ملک میں قانون کی حکمرانی ہو۔۔۔ اگر ہم جمہوریت اور قانون کی حکمرانی کو مقدس اور سب سے برتر تسلیم نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم عوام کے ساتھ کیے اس عہد کو توڑ رہے ہیں، جنھوں نے اپنے قائدین پر اعتماد کا اظہار کیا اور جمہوریت کے نام پر انھیں منتخب کیا۔ جو لوگ اظہار رائے پر پابندی عائد کرتے ہیں یا عوام کے جذبات اور آراء کے اظہار کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں ایسا کر کے وہ پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کر رہے''۔۱۶۸؂

ایوب خان نے صدر پاکستان بننے کے بعد مسلم لیگ (کنونشن) کی صدارت بھی سنبھال لی۔ ایوب خان نے جب ۱۹۶۲ء میں سیاسی جماعتوں کی بحالی کا اعلان کیا تو اُن کی ہدایت پر ۸،۷ ستمبر کو کراچی میں مسلم لیگ کا کنونشن بلایا گیا جس کی صدارت چودہری خلیق الزماں نے کی۔ اسی بنا پر یہ مسلم لیگ کنونشن کہلائی۔ مسلم لیگ کے ایک دھڑے نے جس کے محرک سردار بہادر خان تھے اس کنونشن کے انعقاد کو آئینی اور قانونی حوالے سے رد کر دیا اور یہ جواز پیش کیا کہ مسلم لیگ کے آئین کی رو سے کنونشن طلب کرنے یا بحالی کا اعلان کرنے کا اختیار صرف کونسل کو ہے چنانچہ جو لوگ اس کنونشن میں شریک نہیں ہوئے تھے انھوں نے ۲۸،۲۷/اکتوبر کو ڈھاکہ میں کونسل کا اجلاس بلایا اور جماعت کی بحالی کا اعلان کر دیا۔ یوں یہ مسلم لیگ کونسل کہلائی، اس کے صدر خواجہ ناظم الدین اور سیکرٹری جنرل سردار بہادر خان مقرر ہوئے۔ کونسل مسلم لیگ کے اس اجلاس میں شرکت کی دعوت خاتون پاکستان کو بھی دی گئی۔ اس وقت آپ لاہور، راولپنڈی اور پشاور کے دوروں پر تھیں۔ آپ اس اجلاس میں نا معلوم وجوہ کی بنا پر شریک نہ ہوسکیں۔ بعد میں کونسل مسلم لیگ نے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا اور خاتون

پاکستان نے اس کی حمایت جاری رکھی لیکن محترمہ فاطمہ جناحؒ کے سامنے پاکستان اور اس کے عوام کے حوالے سے ایک واضح تصور تھا۔ ان کے ہاں پاکستان کی اہمیت اور سرخ روئی سب سے مقدم اور فائق تھی کیونکہ پاکستان ان کی نظر میں ایک قیمتی سرمایا تھا، جو عظیم قربانیوں کا حاصل اور قائداعظمؒ کی نشانی تھا۔

ایک دُور اندیش خاتون ہونے کے ناتے، آپ اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھیں کہ کوئی بھی ملک اور اُس کے عوام اس وقت تک صحیح معنوں میں ترقی نہیں کر سکتے، جب تک وہاں آئین کی حکمرانی مسلمہ نہ ہو۔ کیونکہ اسی کی بدولت زندہ قوموں کو سیاسی استحکام اور اطمینان قلب کی دولت میسر آتی ہے، جو اُن کی ترقی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔

یوم آزادی پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۶۴ء کو قوم کے نام ایک پیغام میں آپ نے برملا کہا:

> ''سیاسی استحکام اور اطمینان ہی قومی قوت اور زندگی کے تمام شعبوں میں استحکام کی بنیاد ہے۔ اس کی بجائے کسی اور بات پر زور دینا، ایمان، اتحاد اور نظم و ضبط کی نفی ہے۔ آپ اپنے قومی نمائندوں کو مجبور کریں کہ وہ قوم کو ایک ایسا دستور دیں، جس کے ذریعے ملک کے ہر طبقے کے لوگوں کو تحفظ اور مسرت و اطمینان نصیب ہو''۔۱۶۹؎

۱۹۶۴ء ہی میں صدارتی انتخاب کا اعلان کیا گیا۔ ایوب خان نے بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے تحت ملک بھر سے اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) بی۔ڈی ارکان کا انتخاب کیا جن کے ذمے ملک کے لیے صدارتی امیدوار کا انتخاب کرنا تھا۔ ۲ جنوری ۱۹۶۵ء، صدارتی انتخاب کی تاریخ مقرر کی گئی۔ اس صدارتی انتخاب کے اعلان سے پہلے ایوب خان کی مخالف سیاسی جماعتیں، جن میں کونسل مسلم لیگ، نظام اسلام پارٹی، عوامی لیگ، جماعت اسلامی اور نیشنل عوامی پارٹی شامل تھیں، ۲۱ جولائی ۱۹۶۴ء کو سیاسی اتحاد بنا چکی تھیں۔ اس اتحاد نے بالاتفاق خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔ اس نامزدگی کے بعد آپ

نے قوم کے سامنے نونکاتی پروگرام پیش کیا اور ملک بھر کے طوفانی دوروں کا آغاز کر دیا۔ اس دوران میں آپ نے مختلف شہروں میں بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کیا۔ اس انتخابی مہم کا پہلا مرحلہ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۴ء کو شروع ہوا اور اکتوبر کے آخر تک جاری رہا۔

خاتون پاکستان کا ایک کے بعد ایک جلسہ آپ کی مقبولیت میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ قائداعظمؒ کی بہن ہونا اور آپ کے شانہ بہ شانہ تحریک پاکستان میں سرگرم رہ کر خدمات سر انجام دینا ہی آپ کی ہر دلعزیزی کے لیے کافی تھا کہ اس پر ایوب خان کے مقابلے میں صدارتی امیدوار کے طور پر سامنے آنا اور عوام میں گھل مل جانے سے آپ کی مقبولیت کو گویا پر لگ گئے۔ آپ کی اس ہر دلعزیزی اور مقبولیت کی وجہ سے مخالف کیمپ میں ایک سراسیمگی کا عالم طاری تھا۔ ہر طرح سے کوشش کی جارہی تھی کہ کسی طرح آپ انتخاب سے دستبردار ہو جائیں۔ اس سلسلے میں سو طرح کے حیلے بہانے اختیار کیے جارہے تھے۔ جب کوئی حربہ کارگر ہوتا نہ دکھائی دیا تو کہا گیا کہ قائداعظمؒ کی بہن ہونے کے ناتے جو مقام و مرتبہ آپ کو حاصل ہے، اُس کا تقاضا ہے کہ آپ سیاست سے الگ تھلگ رہیں۔ لیکن آپ نے برملا اس ''نیک نیتی'' پر مبنی مطالبہ کا جواب دیا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اکتوبر ۱۹۶۴ء کو جناح پارک پشاور میں منعقدہ ایک بھرپور جلسہ عام سے خطاب کے دوران میں کہا:

> ''---میں نے جب سے اپنے صدارتی امیدوار ہونے کا اعلان کیا ہے، حکمرانوں کی طرف سے مجھے بار بار یہ مشورہ دیا جارہا ہے کہ قائداعظمؒ کی ہمشیر ہونے کی بنا پر مجھے جو بلند مقام حاصل ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ میں سیاست سے الگ رہوں۔ میں اپنے ان 'نیک خواہوں' سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ اپنے باطن میں جھانک کر دیکھیں اور پھر بتائیں کہ خود انھوں نے میرے اس مقام اور حیثیت کو بے وقار کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا؟'' ۱۷۰؎

خاتون پاکستان صحیح معنوں میں جمہوری دل و دماغ کی حامل خاتون تھیں۔ آپ اپنے عظیم بھائی کی جمہوری جدوجہد کے سفر کی نہ صرف عینی شاہد تھیں بلکہ شریک سفر بھی رہی تھیں۔ اس لیے آپ بخوبی جانتی تھیں کہ وطنِ عزیز کو بھی اگر ترقی اور استحکام درکار ہے تو صرف اور صرف جمہوری عمل ہی اس میں معاون ہوسکتا ہے۔ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تفویض کردہ اختیار اور اقتدار کے حقیقی وارث اور مالک عوام تھے۔ گذشتہ سطور میں متذکرہ شدہ تقریر ہی میں آپ نے کہا:

''غیر ملکی استعمار سے آزادی کا حصول اس وقت تک بے فائدہ ہے جب تک آپ کو اپنی حکومت، قانون ساز ادارے اور سربراہ مملکت کو منتخب کرنے کی آزادی بھی حاصل نہیں ہو جاتی۔ کسی جمہوری اور آزاد ملک میں اقتدارِاعلیٰ کے مالک صرف اور صرف عوام ہوتے ہیں یہ حق ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیا جاسکتا''۔ ۱۷۱؎

جمہوری جدوجہد اور اس کے نتیجے میں ملنے والے فیوض و برکات پر آپ کا کامل یقین تھا۔ آپ جانتی تھیں کہ جمہوری طور پر آزاد اور خودمختار معاشرے ہی ایسے افراد کو جنم دیتے ہیں جو ذہنی آسودگی اور خوداعتمادی کا پیکر ہوا کرتے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ہی راولپنڈی کے ایک جلسہ عام میں آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا:

''۔۔۔عوام ہی حقیقی طاقت اور تحریک کا ذریعہ ہیں سو انھی کی طرف رجوع کیا جانا چاہیے۔ اگر آپ اپنی قومی زندگی کی مخالف طاقتوں کو شکست دینے کے خواہاں ہیں تو آپ کو خوداعتمادی اور خودانحصاری کے جذبے کی تخلیق نو کرنا اور اپنی خلقی قوت کو ترقی دینا ہوگی۔ ان تمام قوتوں کی سازشوں کا بس یہی ایک حل اور یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے آپ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرسکتے ہیں''۔ ۱۷۲؎

محترمہ فاطمہ جناح کے نزدیک کسی ملک کے عوام کو بےتوقیر کرنے کے لیے یہی کافی تھا کہ ان سے آزادی رائے کا حق سلب کرلیا جائے۔ اورانھیں اس قابل بھی نہ سمجھا جائے کہ وہ اپنی تقدیر کے فیصلوں میں اپنی مرضی کا اظہار کرسکیں۔ آپ ایک جمہوری سوچ رکھنے والے عظیم بھائی کی زندہ دل ودماغ کی حامل بہن تھیں، سو یہ کیسے ممکن تھا کہ کسی غیر جمہوری نظام اورطرزِفکروعمل کی موجودگی میں آپ خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتیں۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ہی مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں کُھلنا کے مقام پر ایک انتخابی جلسہ میں آپ نے برملا کہا:

> ''عوام کی ذہانت کی اس سے بڑھ کر کوئی اورتوہین نہیں ہوسکتی کہ ان کے بارے میں یہ فرض کرلیا جائے کہ وہ جاہل، ناقابل اعتماد اورخود اپنے ہی معاملات چلانے کے لائق نہیں ہیں اور پھر اس بے بنیاد رائے کی بنا پر جمہوریت کی بجائے کوئی اورنظام وضع اور نافذ کیا جائے''۔ ۱۷۳ے

محترمہ فاطمہ جناح حقیقی جمہوریت پسند ہونے کی بنا پر نہ صرف عوام کے لیے جمہوری عمل میں شرکت ضروری خیال کرتی تھیں بلکہ اس جمہوری عمل کے تسلسل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ثمرات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ چاہتی تھیں کہ پاکستان ایک ایسی جمہوری فلاحی ریاست کے طور پر سامنے آئے، جس میں عوام کے بنیادی حقوق کی آبیاری سرفہرست ہو۔ آپ پاکستانی عوام کے لیے ایک ایسے ماحول اور فضا کی خواہاں تھیں جو بدعنوانی، اقربا پروری اور جبروتشدد سے پاک ہو۔ آپ شہری آزادیوں کے ساتھ ماحول میں ابھرنے والی مصفا سوچ اور اظہار خیال کی مکمل آزادی کی متمنی تھیں۔ آپ ایک ایسے معاشرے کی خواہش مند تھیں، جہاں آزادی رائے ہو، عدلیہ آزاد اور انصاف کا حصول سب کا مقدر ہو۔

اکتوبر ۱۹۶۴ء کو راولپنڈی کے جلسے ہی میں آپ نے اپنی دیرینہ خواہش کا اظہار کچھ یوں کیا:

''۔۔۔آپ کو پریس کو آزادیٔ اظہار کا حق لوٹانا ہے۔آپ کو اپنا تقریری اور تنظیم سازی کا حق حاصل کرنا ہے۔آپ کو عدلیہ کی آزادی کو برقرار رکھنا اور اس کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔آپ کو انصاف کے جلد اور آسان حصول کا نظام مہیا کرنا ہے۔آپ کا مقصد، نظم وضبط اور منظم قوت کی وحدت کے ساتھ اپنی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہے''۔۱۷۴ے

خاتون پاکستان نے اپنے ہر عمل اور قول سے ایک ذی شعور اور ہوش مند خاتون ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔آپ نے جہاں ایک ایسے معاشرے کا خواب دیکھا جس میں خوشحالی، جمہوریت اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہو، وہاں آپ نے اس بنیادی عمل کی برملا نشان دہی بھی کی کہ یہ سب نعمتیں ایک بیدار مغز اور باعمل قوم ہی کا مقدر ہوسکتی ہیں۔آپ کے نزدیک وہ اقوام کبھی آگے نہیں بڑھ سکتیں، جو خود اپنے حقوق کی محافظ نہ ہوں۔اکتوبر ۱۹۶۴ء کو لاہور میں موچی دروازہ کے تاریخی میدان میں آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا:

''۔۔۔اختیارات اور حکمرانی کے حقیقی مالک عوام ہیں۔یہ ان کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں کہ مملکت کے ادارے اور شعبے ان کی رضا اور خواہش کے مطابق کام کر رہے ہیں۔اگر آپ متحد ہو کر کوشش کرتے ہیں تو آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہیے، متحد ہو کر ہی ہم اپنے راستے کی تمام رکاوٹوں کو دور کر سکتے ہیں۔آیئے عوامی حاکمیت کے حقوق کی بحالی کی اس عظیم جدوجہد کے لیے اپنے تمام وسائل یک جا کر دیں''۔۱۷۵ے

آپ تحریک پاکستان میں قائداعظمؒ کے شانہ بہ شانہ رفیق رہی تھیں۔اس لیے روزِ اوّل ہی سے قیام پاکستان کے مقاصد آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے پائے تھے۔قیام پاکستان کے ان مقاصد کا اظہار آپ وقتاً فوقتاً کرتی رہتی تھیں۔اکتوبر ۱۹۶۴ء ہی کو مشرقی

پاکستان کے شہر راجشاہی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''پاکستان چند افراد کے مفاد اور ترقی کی خاطر قائم نہیں ہوا تھا۔ اس کا قیام سماجی انصاف، مساوات، اخوت، منظم اور ہم آہنگ ترقی، امن اور سکون کی خاطر عمل میں آیا تھا''۔۱۷۶

محترمہ فاطمہ جناح ایک جمہوری سوچ کی حامل خاتون تھیں۔ آپ وطن عزیز کے لیے بھی ایک ایسے جمہوری نظام کی خواہاں تھیں۔ جس میں عوام آزادانہ طور پر اپنے نمائندوں کا انتخاب کر سکیں۔ اور اُن کے منتخب نمائندے ان کے سامنے جوابدہ ہوں۔ آپ صدارتی نظام کے برعکس پارلیمانی نظام حکومت پسند کرتی تھیں۔ آپ کے نزدیک پارلیمانی نظام حکومت میں اگر وزیر اعظم یا اس کی حکومت دیانتداری اور قابلیت سے اپنے فرائض ادا نہیں کر سکتی تو پارلیمنٹ اس حکومت کو معزول کر سکتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس صدارتی نظام حکومت میں ایسا کرنا ناممکن ہے۔

مشرقی پاکستان میں کامیاب جلسوں کے بعد آپ جب مغربی پاکستان واپس آئیں تو آپ نے اپنی انتخابی مہم کے دوسرے دور کا آغاز کیا۔ اسی سلسلے کے ایک جلسے منعقدہ کوہاٹ میں نومبر ۱۹۶۴ء کو آپ نے صدارتی نظام کے برعکس پارلیمانی نظام حکومت اختیار کرنے کی بات کچھ یوں کی:

''پاکستان کے لیے صدارتی نظام موزوں نہیں۔ ہمارے ملک کو ایک ایسے صدر کی ضرورت ہے جو مخلص اور دیانتدار ہو، پاکستان کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہو اور اسمبلی کو اس کے اختیارات پر کنٹرول حاصل ہو۔ صدر کے وسیع اختیارات ایسے ہی ہیں جیسے بریکوں کے بغیر موٹر''۔۱۷۷

آپ نے مزید کہا:

''ہم پارلیمانی نظام حکومت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس نظام میں

اگر کوئی حکومت دیانتداری سے صحیح طور پر کام نہ کرے اور غلط پالیسیوں پر عمل کرتی ہو تو پارلیمنٹ اس حکومت کو معزول کر سکتی ہے۔ لیکن صدارتی نظام میں ایسا ممکن نہیں''۔۱۷۸؎

مادرملت کی انتخابی مہم جو اکتوبر کے آغاز میں شروع ہوئی تھی، اب اپنے نقطۂ عروج کو چھورہی تھی۔ آپ نے ملک کے دونوں حصوں کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں بھرپور جلسے کیے۔ اس دوران میں آپ نے قیام پاکستان کے مقاصد سے لے کر وطن عزیز کی اُس وقت کی صورت حال اور عوام کے حقوق اور ان کی زبوں حالی کی تمام تر کیفیات طشت از بام کر دی تھیں۔

آپ نے حکمرانوں اور عوام، ہر دو کو خبردار کیا کہ قوموں کی حقیقی ترقی تعلیم، بلند اخلاقی اقدار اور جمہوری عمل کے تسلسل میں پنہاں ہے۔ آپ کو اس حقیقت کا ادراک تھا کہ وطن عزیز میں نظام تعلیم جیسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ جو تھوڑا بہت تعلیم کا سلسلہ ہے تو اس کا معیار انتہائی غیر تسلی بخش ہے۔ آپ جانتی تھیں کہ اس فرسودہ اور ناکارہ تعلیمی نظام کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے، ان صلاحیتوں سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ جو ملک اور معاشرہ میں درپیش مسائل سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکیں۔ دسمبر ۱۹۶۴ء کو پشاور میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''۔۔۔ کسی قوم کی ترقی کے چار پہلو ہوتے ہیں، جن میں معاشرتی، اقتصادی، تعلیمی اور سیاسی اہم ہیں۔ پاکستان نے معاشرتی میدان میں کوئی ترقی نہیں کی بلکہ اس سلسلے میں تنزل ہوا ہے۔ بدعنوانیاں اور بے قاعدگیاں تناسب سے زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے، معیار کچھ اور گر گیا ہے۔۔۔ بدعنوانی تعلیم کے میدان میں بھی پھیل گئی ہے۔ اقتصادی ترقی ۔۔۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ پاکستان کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ایک وقت کی روٹی سے بھی محروم ہے۔ ان کے پاس لباس نہیں ہے اور جب

وہ بیمار ہوتے ہیں تو انھیں طبی سہولتیں نہیں ملتیں''۔۱۷۹۔

مادرِ ملت جہاں پاکستان کے اندرونی مسائل اور مشکلات کا بھرپور ادراک رکھتی تھیں۔ وہاں آپ بیرون دنیا کے معاملات پر بھی گہری نظر رکھے ہوئے تھیں۔آپ پاکستان کی خارجہ پالیسی سے بھی مطمئن نہیں تھیں۔ خاص طور پر ایوب خان کی طرف سے انڈیا کو کی گئی مشترکہ دفاع کی پیش کش پر آپ سخت نالاں تھیں۔اس کے ساتھ حکومت کی طرف سے مقبوضہ کشمیر سے نکلنے والے تین دریاؤں کا پانی بھارت کو استعمال کرنے کی اجازت دینے پر بھی آپ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ مادرملّت نے اپنے ان جلسوں میں ایوب خان کے ان اقدام کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

دسمبر ۱۹۶۴ء کو بہاولپور میں جلسہ عام میں آپ نے ایوب خان کی خارجہ پالیسی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کو مشترکہ دفاع کی پیش کش کر کے ملک کی آزادی کا سودا کرنے کی کوشش کی گئی تھی''۔۱۸۰۔

محترمہ فاطمہ جناح نے اس موقع پر قائداعظمؒ کے اس جرأت مندانہ طرزِعمل کا ذکر بھی کیا ، جب آزادی سے پہلے برطانوی کابینہ مشن نے پاکستان اور بھارت کے مشترکہ دفاع کی تجویز پیش کی لیکن قائداعظمؒ نے اس تجویز کو سختی سے مسترد کر دیا تھا۔۱۸۱۔

دسمبر ۱۹۶۴ء کو محترمہ فاطمہ جناح نے ایوب خان کی خارجہ پالیسی کی ناکامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزید کہا:

''یہ موجودہ حکومت کی خارجہ پالیسی کی ناکامی کا ایک ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ حکومت، امریکہ کو، جسے وہ اپنا سب سے اچھا دوست کہتی ہے، بھارت کو امداد دینے سے باز نہیں رکھ سکی''۔۱۸۲۔

اپنے ان انتخابی جلسوں میں محترمہ فاطمہ جناح نے بانیٔ پاکستان کی بہن ہونے کے ناتے ،

بھرپور انداز میں پاکستان کے اندرونی اور بیرونی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے نہ صرف مختلف مسائل کی نشان دہی کی بلکہ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے قابل قدر راہنمائی بھی کی۔ اسی دوران میں آپ نے مزار قائد کے حوالے سے، اس کا ڈیزائن مسترد کرنے کی وضاحت کی اور مزار قائد کی تعمیر کے حوالے سے بننے والی قائداعظمؒ میموریل فنڈ کمیٹی کی چیئرپرسن نہ بننے کی وجہ بھی بیان کی۔ آپ نے سکندر مرزا کے دور میں بنائے جانے والے مزار قائد کے ڈیزائن کو جسے ایوب خان تعمیر کروانا چاہتے تھے، منظور نہ کرنے کی جو بنیادی وجہ بتائی۔ اس سے عیاں ہو جاتا ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح نہ صرف پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کے روپ میں دیکھنا چاہتی تھیں بلکہ اس سے وابستہ چیزوں کو بھی اسی تناظر میں پسند یا ناپسند کرتی تھیں۔ اس حوالے سے آپ نے دسمبر ۱۹۶۴ء کو کراچی میں منعقدہ ایک کنفرمیشن میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''حقیقت یہ ہے کہ قائداعظمؒ کے مزار کا خاکہ اس وقت تیار کیا گیا تھا جب سکندر مرزا صدر تھے۔ لیکن عوام نے اس ماڈل کو مسترد کر دیا تھا۔ (اب) لوگوں کو بتانے کے لیے کہ قائداعظمؒ کا مقبرہ انھوں (ایوب خان) نے تیار کیا ہے۔ ایوب خان اسی خاکہ کے مطابق مقبرہ تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کا ڈیزائن اس لیے مسترد کر دیا کہ مزار کے بالائی حصہ کے نیچے کوئی دیوار نہ تھی اور یہ ایک چھاتا نظر آتا تھا۔ اس کے علاوہ اس میں اسلامی رنگ بھی نہیں تھا۔ ایوب خان دعویٰ کرتے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے لیکن وہ پاکستان کے بانی کا مزار اسلامی طرز تعمیر کو نظر انداز کر کے تعمیر کرنا چاہتے ہیں''۔ ۱۸۳؎

جہاں تک مزار قائد کی تعمیر کے لیے چندہ جمع کرنے کے لیے بنائی جانے والی کمیٹی کی صدارت قبول نہ کرنے کی بات ہے تو اس انکار میں آپ کے وقار کا وہ لازوال پہلو پوشیدہ ہے، جو آپ کے عظیم بھائی ہی کا خاصہ تھا۔ اس حوالے سے آپ نے مذکورہ میٹنگ ہی میں یوں

وضاحت کی:

''مجھے قائداعظمؒ میموریل فنڈ کمیٹی کی چیئر پرسن بننے کو کہا گیا لیکن میں نے یہ پیش کش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں لوگوں کے پاس یہ اپیل لے کر نہیں جا سکتی تھی کہ وہ چندہ دیں تاکہ میرے بھائی کا ان کے شایان شان مقبرہ تعمیر کیا جا سکے۔ اگر لوگ قائداعظمؒ کا مقبرہ بنانا چاہتے ہیں تو انھیں ازخود چندہ دینا چاہیے، بجائے اس کے کہ میں اپنے بھائی کے لیے لوگوں سے چندہ مانگتی پھروں''۔ ۱۸۴؎

مزار قائد کی تعمیر کے سنگ بنیاد کی تقریب میں شریک نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے، مذکورہ میٹنگ میں آپ نے کہا:

''مجھے بھی مقبرے کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ لیکن میں اس میں شریک نہ ہوئی کیونکہ میرے لیے یہ تقریب کسی خوشی کا باعث نہ تھی''۔ ۱۸۵؎

صدارتی انتخاب کے لیے جاری انتخابی مہم جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی۔ محترمہ فاطمہ جناح کے لیے عوامی پذیرائی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مادرملت کی حیثیت سے آپ سے عقیدت اور محبت کا پہلو تو پہلے سے موجود تھا لیکن اس انتخابی مہم کے دوران میں عوام نے آپ میں ایک شفیق ماں کی جھلک محسوس کی، جو انھیں، ان کی محرومیوں سے نجات دلا سکتی تھی۔ عوام میں اس قدر مقبولیت اور پذیرائی نے وقت کے حکمرانوں اور ان کے حواریوں کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔ اب وہ مادرملت کے مقدس رشتے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہرزہ سرائی پر اتر آئے تھے۔ ہر طرح سے کوشش کی جارہی تھی کہ عوام کی نظر میں محترمہ کے تقدس کو کم کیا جائے۔ کردار کشی کی مہم جاری تھی۔ کہا گیا کہ سیاست سے متعلق بات کرنے پر قائداعظمؒ آپ کو کمرے میں بند کر دیا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظمؒ نے آپ کو کوئی سیاسی عہدہ

نہیں دیا، یعنی آپ نہیں چاہتے تھے کہ فاطمہ جناح سیاست میں آئیں۔غرض طرح طرح کی غلط اور گمراہ کن باتیں عام کی جارہی تھیں۔حکمران ہر طرح سے کوشش کر رہے تھے کہ وہ کسی نہ کسی طرح عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔لیکن عوام تھے کہ ایک سیل بے پناہ کی مانند محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ ہوئے جارہے تھے۔حکمرانوں کی ایسی ہی گمراہ کن باتوں کا جواب دیتے ہوئے محترمہ نے دسمبر ۱۹۶۴ء کو مشرقی پاکستان کے شہر کھلنا میں کہا:

''میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایوب خان اس سے کیا نتیجہ نکالنے کا خواہش مند ہے۔لیکن وہ عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہ ہو پائے گا۔ یہ بات درست ہے کہ میں نے عوامی سیاست میں حصہ نہ لیا تھا لیکن پاکستان کے حصول کی خاطر دوسرے مسلمانوں کے شانہ بہ شانہ میں بھی قائداعظمؒ کی زیرِ قیادت ایک سپاہی کی مانند لڑی''۔۱۸۶؎

قائداعظمؒ کی طرف سے انھیں کمرہ میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دینے کی گمراہ کن بات کا جواب دیتے ہوئے آپ نے اسی جلسہ میں کہا:

''اگر قائداعظمؒ کو میرا سیاست پر بات تک کرنا پسند نہیں تھا تو پھر وہ تحریک پاکستان کے پورے دور میں ہر جگہ مجھے اپنے ساتھ کیوں لے جاتے رہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قائداعظمؒ نے مجھے کوئی سیاسی عہدہ کیوں نہ دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قائداعظمؒ جن خطوط پر سوچتے تھے وہ ایوب خان کی سوچ سے بہت مختلف تھے۔انھوں نے کبھی اپنی پوزیشن سے کوئی ذاتی مفاد حاصل نہیں کیا۔انھوں نے پاکستان کی تشکیل اپنے یا اپنی بہن کے لیے نہیں بلکہ پوری قوم کی خاطر کی تھی''۔۱۸۷؎

مادرِملت محترمہ فاطمہ جناح کی صدارتی انتخاب کے لیے جاری انتخابی مہم اپنے اختتامی مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔اس دوران میں آپ نے وطن عزیز کے طول وعرض میں نہایت

کامیاب اور متاثر کن دورے کیے۔ آپ نے اپنے خطابات میں نہ صرف قیام پاکستان کے مقاصد کو اجاگر کیا بلکہ ان مقاصد سے روگردانی کی بنا پر تباہ حال ملکی صورت حال اور عوام کی زبوں حالی کو بھی موضوع بنایا۔ تحریک پاکستان کے بعد آپ صحیح معنوں میں ایک حقیقی راہنما اور ہمدردِ ملّت کے طور پر سامنے آئیں۔ آپ نے حکمرانوں پر واضح کر دیا کہ یہ ملک ایک جمہوری سوچ رکھنے والے راہنما نے بنایا تھا۔ اس لیے اس ملک میں جمہوری اندازِ فکر و حکمرانی ہی کی گنجائش ہے۔ آمریت کے انداز کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ آپ ایوب خان کی بنیادی جمہوریتوں کے خلاف تھیں اور صحیح معنوں میں ایک جمہوری نظام حکومت کی داعی تھیں۔ اپنی انتخابی مہم کی اختتامی تقریروں میں سے ایک تقریر، جو دسمبر ۱۹۶۴ء میں مشرقی پاکستان کے شہر باریسال سے ڈھاکہ جاتے ہوئے نارائن گنج ریلوے سٹیشن پر عوام کے بڑے اجتماع میں کی اس میں آپ نے کہا:

> ''اگر ہم اقتدار میں آ گئے تو بنیادی جمہوریتوں کو سرکاری تسلط سے آزاد کر دیں گے اور انھیں زیادہ سہولتیں فراہم کریں گے تاکہ وہ صحیح معنوں میں عوام کی بھلائی کا کام کر سکیں''۔ ۱۸۸؎

۲ جنوری ۱۹۶۵ء کو صدارتی امیدوار منتخب کرنے کے لیے ووٹ ڈالے گئے۔ اس انتخاب میں ۸۰ ہزار بی۔ڈی (Basic democricy) ارکان نے حصہ لیا۔ محترمہ فاطمہ جناح کو ۲۸۶۹۱ ارکان نے ووٹ دیا۔ یوں آپ بظاہر ایوب خان کے مقابلے میں صدارتی انتخاب ہار گئیں۔ لیکن اخلاقی اعتبار سے یہ آپ کی واضح فتح تھی۔ کیونکہ آپ نے ایوب خان کی آمریت کو ایک بے مثال ضرب لگائی۔ پورا ملک اس حقیقت سے باخبر تھا کہ کن حالات اور کن طریقوں سے یہ سب ممکن ہوا۔

ملک بھر میں پولنگ سٹیشنوں پر سنگین بے قاعدگیوں کے واقعات دیکھنے کو ملے۔ انتخاب کے پورے عمل کے دوران میں کھلم کھلا سرکاری مداخلت کی گئی۔ پولیس کے روایتی

ظالمانہ طریقوں کو بروئے کار لایا گیا۔ ووٹرز کو ڈرایا اور دھمکایا گیا۔ رشوت کا عام استعمال کیا گیا۔ ان سب حالات میں انتخاب کے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہونے کے دعووں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اس منظم دھاندلی کا مقابلہ نہایت صبر اور باوقار انداز میں کیا۔ اس موقع پر آپ نے جہاں اور بہت سی بے ضابطگیوں کا ذکر کیا، وہاں چیف الیکشن کمشنر کے جانبدارانہ رویے کا بھی برملا اظہار کیا:

> ''قوم نے گذشتہ شب ریڈیو پر صدارتی انتخاب کا نتیجہ سن لیا ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ چیف الیکشن کمشنر کا یہ فیصلہ بھی کہ ایوب خان نے یہ انتخاب بقول ان کے قطعی اکثریت سے جیت لیا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر نے یہ فیصلہ، ان کے اپنے بیان کے مطابق ضابطے کی رسمی کارروائی کے مکمل ہونے سے بھی پہلے دے دیا ہے''۔۱۸۹؎

اس موقع پر محترمہ فاطمہ جناح نے ان ارکان کا شکریہ ادا کیا، جنھوں نے انھیں ووٹ دیا تھا۔ آپ نے ان ارکان کے حوصلہ اور جرأت کو داد دی اور ان کے پختہ عزم کو سراہا جو ہر طرح کے جبر اور ظلم کے سامنے ڈٹے رہے، آپ نے کہا:

> ''میں انتخابی ادارے کے ان ۲۸ ہزار سے زائد اراکین کی ممنون ہوں، جن میں اتنی جرأت موجود تھی کہ وہ پختہ عزم کے ساتھ ڈٹ گئے اور انھوں نے حکومت کی طرف سے ڈالے جانے والے ہر قسم کے دباؤ کے باوجود اپنے ضمیر کے مطابق ووٹ دیا''۔۱۹۰؎

صدارتی انتخاب تو ختم ہو گیا لیکن اس دوران میں مادرِ ملت کے بھرپور عوامی رابطے نے پژمردہ اور مایوس عوام میں امنگ اور حوصلے کی ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ پھر عوام نے جب انتخابی نتائج اور سنگین بے ضابطگیوں کے واقعات دیکھے تو یہ ان کے لیے مزید چشم کشائی کا باعث بنے۔ مارچ ۱۹۶۵ء میں عوام کے نام ایک پیغام میں آپ نے کہا:

''ہم اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ انتخاب کے موجودہ طریقے پر عوام کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ضروری ہے کہ ہم ہر ممکن طریقہ آزمائیں تاکہ عوام کو آمریت کے چنگل سے آزاد کرایا جاسکے۔ جمہوریت کی اس جنگ میں جب تک آپ میرے ساتھ ہیں مجھے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہے۔ فتح بالآخر ہمارا مقدر ہے۔ میں اپنی جدوجہد جاری رکھوں گی اور عوام اور ملک کے نصب العین کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گی''۔۱۹۱؎

مادرملت عمر کے اس حصے میں تھیں جہاں ان کی صحت روز بروز گر رہی تھی۔اب آپ اپنی عمرعزیز کی بہتر(۷۲)بہاریں دیکھ چکی تھیں۔جسمانی لحاظ سے تو پہلے بھی کوئی ایسی قابل رشک صحت نہیں تھی مگر عمر کے ساتھ ساتھ ضعف ونقاہت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔لیکن اس کے باوجود آپ کا عزم اور حوصلہ جوان تھا۔ یہ اور ایسی بہت سی خوبیاں یقیناً قائداعظمؒ کی بہن ہی کا خاصہ ہوسکتی تھیں۔

محترمہ فاطمہ جناح کی اس جمہوری جدوجہد نے جہاں قوم کو ایک نیا حوصلہ اور ولولہ بخشا تھا وہاں اس بے مثال جدوجہد سے آمریت کا قصر بھی لرزہ براندام تھا۔آپ کے لافانی عزم کا اظہار،انتخابی نتائج کے بعد کی جانے والی آپ کی تقریر کے اس جملے سے بخوبی ہوتا ہے:

''یہ انتخابی مہم ملک کو آمریت کی زنجیروں سے آزاد کرانے کی خاطر کی جانے والی جدوجہد کا محض آغاز تھا''۔۱۹۲؎

محترمہ فاطمہ جناح نے ۲۵ دسمبر ۱۹۶۶ءکو بابائے قوم کی سالگرہ کے موقع پر ایک بار پھر اپنے عزم وارادہ کا اعادہ کیا،آپ نے اپنے پیغام میں عوام کو ان کی ذمہ داریوں کی یاددہانی یوں کرائی:

''مجھے آپ سے یہ توقع ہے کہ آپ ملک کو تباہ نہیں ہونے دیں گے۔

آپ ہر سمت روشنی پھیلائیں گے۔ اپنے محبوب مقصد کی تکمیل کی خاطر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں گے اور قائداعظمؒ کے مشن کو پورا کر دکھائیں گے''۔ ۱۹۳؎

قیام پاکستان کے وقت مادرِ ملّت کی عمر ۵۴ برس تھی، اب قیام پاکستان کو ۲۰ برس ہونے کو تھے۔ یوں مادرِ ملّت اپنی عمر کے چوہترویں برس میں قدم رکھ چکی تھیں۔ لیکن آپ کا جذبہ، ولولہ اور عزم آج بھی پہلے کی طرح تر و تازہ تھا۔ اپنی زندگی کی آخری عیدالاضحیٰ کے موقع پر، جو مارچ ۱۹۶۷ء میں منائی جانے والی عید تھی۔ اس موقع پر بھی آپ نے قوم کے نام پیغام میں قیام پاکستان کے بنیادی مقصد کی طرف توجہ دلائی کہ جمہوری راستہ ہی پاکستان کی ترقی اور بقا کا راستہ ہے۔ اسے اختیار کر کے ہی تخلیق پاکستان کے مقاصد کو پورا کیا جا سکتا ہے، آپ نے کہا:

''اخلاق، خدمت اور قربانی کے جذبات سے سرشار ہو کر ہم نے تاریخ کی تخلیق کی۔ اپنی تقدیر خود بنائی اور زبردست مخالفت اور مشکلات کے باوجود اپنے لیے ایک الگ وطن حاصل کیا۔ ہمیں یہ بے مثال کامیابی ہمارے اس یقین کی بنا پر حاصل ہوئی کہ پاکستان میں کارپوریشن کی میئرشپ سے لے کر ملک کے اعلیٰ ترین منصب تک ہر سطح پر جمہوریت کا دور دورہ ہوگا۔ چنانچہ آیئے ہم اس پاکستان کی تعمیر کریں جس کا خواب کروڑوں مسلمانوں اور ان کے لیڈروں نے دیکھا تھا۔ جس کی خاطر انھوں نے غور و فکر اور جدوجہد کی اور اس کو حاصل کر لیا۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے عوام کے دل بہت مضبوط ہیں میں خدا تعالیٰ سے اس کی رحمت کی بھیک مانگتی ہوں۔ میں آپ سب سے مدد کی درخواست کرتی ہوں۔ آیئے ہم سب مل کر جدوجہد کریں تاکہ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اپنے ایمان، افتخار اور شکوہ کی سر زمین بنا سکیں''۔ ۱۹۴؎

سنہ ۱۹۶۷ء آپ کی زندگی کا آخری سال تھا اور مذکورہ پیغام آپ کی آخری عید الاضحیٰ کے موقع پر دیا گیا پیغام تھا۔ جلد ہی یہ شفیق اور ہمدرد آواز، جو وقتاً فوقتاً قوم کو بیدار کرنے اور غاصبوں کو للکارنے کے لیے بلند ہوتی رہتی تھی، خاموش ہوگئی۔

محترمہ فاطمہ جناح نے ۸ اور ۹ جولائی ۱۹۶۷ء کی درمیانی شب، کراچی میں اپنی رہائش گاہ قصرِ فاطمہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۴ برس تھی۔ پاکستان کو قائم ہوئے ۲۰ برس اور بانیٔ پاکستان کو رحلت فرمائے تقریباً ۱۹ برس ہو چکے تھے۔ قوم ایک بار پھر بے آسرا ہوگئی تھی۔ حکومت وقت نے محترمہ فاطمہ جناح کو ان کی وصیت کے برعکس عظیم بھائی کے پہلو میں دفنانے کی بجائے قائداعظمؒ کے مزار کے احاطہ میں دفن کیا۔

یہ قائداعظمؒ سے بے پناہ محبت اور عقیدت ہی کا نتیجہ تھا کہ محترمہ فاطمہ جناح نے آپ کی وفات کے بعد ان کی نشانی، پاکستان کی تکمیل کا مشن جاری رکھا۔ آپ اپنی گفتگو اور کردار میں اپنے عظیم بھائی کا عکس تھیں۔ شکل وصورت میں بھی ان سے مشابہہ تھیں۔ لب ولہجہ، حرکات وسکنات اور جاہ وجلال میں بھی سرمو فرق نہ تھا۔ بھائی نے تخلیق وطن کو ممکن بنایا تھا تو بہن نے تعمیر اور تکمیل پاکستان کا بیڑا اٹھائے رکھا۔ اپنے شب وروز ملک کی ترقی اور عوام کی فلاح وبہبود کے لیے وقف کر دیے۔ ملک کی سلامتی اور سر بلندی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ جہاں ضروری ہوا حاکمان وقت پر بے باکانہ تنقید کی اور جب محسوس کیا کہ پاکستان اور قائداعظمؒ کے اصولوں کو پامال کیا جارہا ہے تو اپنی پیرانہ سالی کو بالائے طاق رکھ کر نعرۂ حق بلند کیا۔ آپ کی اس جدوجہد نے قوم میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ صدارتی انتخاب میں دلیرانہ طور پر حصہ لیا اور یوں آمریت کے مقابلہ میں جمہوریت کی شمع کو ہمیشہ کے لیے فروزاں کر دیا۔

آپ نے حقیقی طور پر مادرِ ملّت کا کردار ادا کیا اور ایک ماں کے طور پر ملّت کو اس وقت سے سنبھالنا شروع کیا، جب بابائے قوم ایک برس کے پاکستان اور اس کے عوام کو یتیم کر گئے

تھے۔آپ نے قوم کو سنبھالا، ڈھارس بندھائی، حالانکہ آپ خود اپنی متاعِ کل سے محروم ہو گئی تھیں۔عزیز بھائی کی وفات کا صدمہٴ جانکاہ آپ کے لیے بڑی آزمائش تھا۔لیکن آپ نے اس موقع پر اپنی تمام تر قوت اور حوصلہ کو مجتمع کیا اور قوم کی راہنمائی کے لیے سینہ سپر ہو گئیں۔

اس موقع پر ادا کیے گئے آپ کے یہ چند جملے لائق توجہ ہیں:

''میں جس طرح قائداعظمؒ کی زندگی میں قوم کی خدمت کرتی رہی ہوں۔
اسی طرح ان کی رحلت کے بعد بھی پاکستان کی تعمیر کے لیے، جو ان کا نصب العین تھا، اپنی خدمات جاری رکھوں گی''۔۱۹۵

اور یوں آپ نے قیامِ پاکستان کے فوری بعد قائداعظمؒ کی وفات کے موقع پر کہے، اپنے الفاظ کو مرتے دم تک نبھایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حواشی

1۔خالد محمود، مادر ملت، لاہور، مکتبہ ارقم، ۱۹۶۴ء ص ۲۳
2۔ایضاً
3۔حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات و خدمات)، اسلام آباد، قومی کمیشن برائے تحقیق تاریخ وثقافت، ۱۹۷۸ء، ص ۴۰
4۔خالد محمود، مادر ملت، ص ۳۹
5۔ظفر علی راجا، ڈاکٹر، قائداعظمؒ اور خواتین، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۱ء، ص ۹۸
6۔ایضاً
7۔ایضاً
8۔حسین ہمدانی، آغا، دو عظیم بہن بھائی، مشمولہ مجلہ تاریخ وثقافت پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۳۵
9۔نور الصباح بیگم، تحریک پاکستان اور خواتین، لاہور، غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۰ء، ص ۵۲
10۔شاہد مختار، محترمہ فاطمہ جناح سے نواز شریف تک، لاہور، شاہد پبلیکیشنز، س ن، ص ۶۷
11۔حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات) ص ۶۰
12۔نور الصباح بیگم، تحریک پاکستان اور خواتین، ص ۵۱
13۔ظفر علی راجا، ڈاکٹر، قائداعظمؒ اور خواتین، ص ۱۰۰، ۹۹
14۔ایضاً، ص ۱۰۰
15۔حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۶۱، ۶۰
16۔ایضاً، ص ۶۱

17۔ایضاً،ص ۶۲

18۔ایضاً،ص ۶۳

19۔ایضاً

20۔ایضاً

21۔ایضاً،ص ۶۳

22۔ایضاً،ص ۶۴

23۔ایضاً،ص ۶۵، ۶۴

24۔ایضاً،ص ۶۵

25۔ایضاً،ص ۶۵، ۶۴

26۔ایضاً

27۔نورالصباح بیگم،تحریک پاکستان اورخواتین،ص ۵۰

28۔خالدمحمود، مادرملت،ص ۴۶، ۴۵

29۔ظفرعلی راجا، ڈاکٹر، قائداعظم اورخواتین،ص ۱۰۲

30۔ایضاً،ص ۱۰۴

31۔ایضاً

32۔حسین ہمدانی، آغا، دوعظیم بہن بھائی،ص ۳۷

33۔ایضاً

34۔ایضاً

35۔خالدمحمود، مادرملت،ص ۲۸

36۔ایضاً،ص ۴۸

37۔ایضاً

38۔ایضاً،ص ۵۰

39۔ایضاً

40۔ایضاً،ص ۵۱

41۔ایضاً،ص ۵۲

42۔ایضاً

43۔ایضاً،ص ۵۳

44۔ایضاً

45۔ایضاً

46۔ایضاً

47۔ایضاً،ص ۵۴

48۔حسین ہمدانی،آغا،دوعظیم بہن بھائی،ص ۳۸

49۔ایضاً

50۔ظفرعلی راجا،ڈاکٹر،قائداعظمؒ اورخواتین،ص ۱۰۸

51۔ایضاً،ص ۱۰۹

52۔حسین ہمدانی،آغا،دوعظیم بہن بھائی،ص ۳۸

53۔حسین ہمدانی،آغا،فاطمہ جناح (حیات وخدمات)،ص ۵۲

54۔ظفرعلی راجا،ڈاکٹر،قائداعظمؒ اورخواتین،ص ۱۱۲

55۔وکیل انجم،شمع جمہوریت،لاہور،جنگ پبلشرز،۱۹۹۳ء،ص ۴۸

56۔ایضاً

57۔ایضاً،ص ۴۹

58۔ایضاً،ص ۵۰

59۔ایضاً

60۔ایضاً

61۔ایضاً،ص ۵۱

62۔ایضاً

63۔ایضاً،ص ۵۲

64۔ایضاً،ص ۵۴

65۔ایضاً،ص ۵۱

66۔ایضاً،ص ۵۲

67۔حسین ہمدانی،آغا،فاطمہ جناح (حیات و خدمات)،ص ۱۲۷

68۔وکیل انجم،شمع جمہوریت،ص ۵۲

69۔ایضاً،ص ۵۵

70۔ایضاً،ص ۵۶

71۔حسین ہمدانی،آغا،فاطمہ جناح (حیات و خدمات)،ص ۱۱۷

72۔ایضاً،ص ۱۲۴

73۔وکیل انجم،شمع جمہوریت،ص ۵۸

74۔حسین ہمدانی،آغا،فاطمہ جناح (حیات و خدمات)،ص ۱۲۲

75۔ایضاً،ص ۱۲۵

76۔ایضاً،ص ۱۲۸

77۔ایضاً

78۔ایضاً

79۔ایضاً،ص ۱۱۷

80۔ ایضاً

81۔ ایضاً، ص ۶۹

82۔ ایضاً، ص ۷۰

83۔ ایضاً

84۔ ایضاً، ص ۷۴

85۔ وکیل انجم، شمع جمہوریت، ص ۷۳

86۔ ایضاً، ص ۷۵

87۔ ایضاً، ص ۷۶

88۔ ایضاً، ص ۷۷

89۔ حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات و خدمات)، ص ۷۱

90۔ ایضاً

91۔ ایضاً، ص ۱۱۹

92۔ وکیل انجم، شمع جمہوریت، ص ۸۶

93۔ ایضاً، ص ۸۷

94۔ ایضاً، ص ۸۸

95۔ حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات و خدمات)، ص ۱۲۲

96۔ ایضاً، ص ۱۱۲

97۔ ایضاً

98۔ وکیل انجم، شمع جمہوریت، ص ۹۰

99۔ خالد محمود، مادر ملت، ص ۸۴

100۔ حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات و خدمات)، ص ۱۱۷

101۔ ایضاً، ص ۱۲۵

102۔ ایضاً، ص ۱۲۹

103۔ ایضاً، ص ۱۲۶

104۔ وکیل انجم، شمع جمہوریت، ص ۱۰۲

105۔ حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۴۷

106۔ وکیل انجم، شمع جمہوریت، ص ۱۰۶

107۔ ایضاً

108۔ ایضاً، ص ۱۰۵

109۔ ایضاً، ص ۱۰۶

110۔ ایضاً، ص ۱۰۷

111۔ ایضاً

112۔ ایضاً

113۔ حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۱۱۱

114۔ ایضاً، ص ۱۲۵

115۔ ایضاً، ص ۴۷

116۔ ایضاً، ص ۱۳۰

117۔ وکیل انجم، شمع جمہوریت، ص ۱۰۸

118۔ ایضاً، ص ۱۰۹

119۔ حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۱۲۶

120۔ ایضاً

121۔ ایضاً، ص ۱۳۱

122۔ایضاً،ص ۱۱۲

123۔وکیل انجم،شمع جمہوریت،ص ۱۲۷

124۔ایضاً،ص ۱۲۸

125۔ایضاً،ص ۱۲۷

126۔ایضاً،ص ۱۲۹

127۔ایضاً،ص ۱۲۸

128۔ایضاً

129۔حسین ہمدانی،آغا،فاطمہ جناح (حیات وخدمات)،ص ۷۰

130۔وکیل انجم،شمع جمہوریت،ص ۱۳۱

131۔ایضاً،ص ۱۳۳

132۔ایضاً

133۔ایضاً،ص ۱۳۹

134۔خالد محمود،مادرملت،ص ۹۶

135۔وکیل انجم،شمع جمہوریت،ص ۱۳۶

136۔ایضاً

137۔ایضاً

138۔خالد محمود،مادرملت،ص ۹۹

139۔از ہرمنیر،مادرملت کا جمہوری سفر،لاہور،فرنٹیر پوسٹ پبلیکیشنز
۱۹۹۳ء،ص ۲۸

140۔ایضاً،ص ۲۹

141۔حسین ہمدانی،آغا،فاطمہ جناح (حیات وخدمات)،ص ۷۵

142۔سائرہ ہاشمی، ایک تاثر دو شخصیتیں، لاہور، الفیصل ناشران، اردو بازار، ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۶

143۔از ہر منیر، مادر ملت کا جمہوری سفر، ص ۳۵

144۔حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۷۶

145۔از ہر منیر، مادر ملت کا جمہوری سفر، ص ۳۷

146۔ایضاً، ص ۳۸

147۔ایضاً، ص ۴۰

148۔ایضاً، ص ۴۴

149۔ایضاً

150۔ایضاً، ص ۴۵

151۔ایضاً، ص ۴۸

152۔حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۷۹

153۔ایضاً

154۔ایضاً، ص ۸۰

155۔ایضاً

156۔از ہر منیر، مادر ملت کا جمہوری سفر، ص ۵۵

157۔ایضاً، ص ۵۶

158۔حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۸۱

159۔از ہر منیر، مادر ملت کا جمہوری سفر، ص ۶۰

160۔ایضاً، ص ۶۵

161۔ایضاً، ص ۷۱

162۔حسین ہمدانی، آغا، فاطمہ جناح (حیات وخدمات)، ص ۸۲

163۔ایضاً،ص ۸۳

164۔ایضاً

165۔ایضاً،ص ۸۴

166۔از ہر منیر، مادر ملت کا جمہوری سفر،ص ۷۶

167۔ایضاً،ص ۷۹

168۔ایضاً،ص ۸۳

169۔شاہد مختار، محترمہ فاطمہ جناح سے نواز شریف تک،ص ۳۶

170۔ایضاً،ص ۳۷

171۔ایضاً،ص ۳۶

172۔ایضاً،ص ۴۰

173۔ایضاً،ص ۴۵

174۔ایضاً،ص ۴۰

175۔ایضاً،ص ۴۲

176۔ایضاً،ص ۴۶

177۔ایضاً،ص ۵۲

178۔ایضاً

179۔ایضاً،ص ۵۶

180۔خالد محمود، مادر ملت،ص ۱۰۶

181۔شاہد مختار، محترمہ فاطمہ جناح سے نواز شریف تک،ص ۶۵

182۔خالد محمود، مادر ملت،ص ۱۰۶

183۔شاہد مختار، محترمہ فاطمہ جناح سے نواز شریف تک،ص ۶۳

184۔ ایضاً، ص ۶۴

185۔ ایضاً

186۔ ایضاً، ص ۶۷

187۔ ایضاً

188۔ ایضاً، ص ۷۱

189۔ ایضاً

190۔ ایضاً

191۔ ایضاً، ص ۷۳

192۔ ایضاً، ص ۷۲

193۔ ایضاً، ص ۷۴

194۔ ایضاً

195۔ خالد محمود، مادر ملت، ص ۱۳